بہار شریعت اور بہشتی زیور

ایک نظر میں



تحقیق

محمد نوشاد عالم چشتی

ناشر

تحریک فکر رضا

۱۷۔ آدم بمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی ۸

بہار شریعت اور بہشتی زیور

ایک لطیف نظر میں



بتحقیق

محمد یوسف شاد و عالم حسینی

ناشر

تحریک فکر رضا

۱۶۷ ڈیمٹمکر روڈ ناگپاڑہ ممبئی ۸ ۴۰۰۰۰

سلسلۂ اشاعت۔ نمبر۲

نام کتاب	:	بہار شریعت اور بہشتی زیور ایک نظر میں
تحقیق و ترتیب	:	محمد نوشاد عالم چشتی نظامی
تحریک	:	مولانا رحمت اللہ صدیقی
گذارشات	:	محمد زبیر قادری۔ مدیر سہ ماہی افکار رضا۔ بمبئی
تصحیح	:	حافظ مظفر حسین انصاری سنبھلی،
اشاعت	:	بار اول۔ صفر ۱۴۱۷ھ / جولائی 1996ء
صفحات	:	48
قیمت	:	10روپے
کمپوزنگ	:	گلوب کمپیوٹرس 1356، کلاں محل، دریا گنج، نئی دہلی۔ 2
ناشر	:	تحریک فکر رضا، 167، ڈم ٹمسکر روڈ، ناگپاڑہ، بمبئی 400008
تقسیم کار	:	فاروقیہ بک ڈپو، c/422 مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی

نوٹ:۔ پروف ریڈنگ کا کام کافی توجہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ پھر بھی بشری تقاضوں کے تحت بھول ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی خامی آپ کو نظر آجائے تو اطلاع دیں۔ نوازش ہوگی۔۔۔۔ ناشر

۹۲/۷۸۶

تاثرات

مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب

مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیغام رضا بمبئی

محترم جناب نوشاد عالم چشتی کا شمار نوجوان اصحاب قلم میں ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں موضوع کا حق ادا کرنے کی بہر حال کوشش کرتے ہیں۔ علم گہرا اور زبان پاکیزہ ہے۔ ان کے کئی تحقیقی اور نہایت ہی معلوماتی مقالے اہل علم سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ اکثر یہ گمشدہ تاریخی حقائق کو عوام کے سامنے لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس میں دلچسپی کے جواہر پارے موجود ہوتے ہیں جو قاری کے علم میں غیر معمولی اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ آج زمانے کا رواج بن چکا ہے کہ لوگ ذرے کو آفتاب اور رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ لیکن موصوف کے نزدیک جو شئی جس اہمیت کی حامل ہوتی ہے اسے اس کا حق دینے سے گریز نہیں کرتے۔ سچائیوں کے اظہار کا فن کوئی ان سے سیکھے۔

زیر نظر مقالہ "بہار شریعت اور بہشتی زیور ایک نظر میں" موصوف کی عمدہ تحقیق ہے اس طرح کی تحقیق حقائق سے عوام کا رابطہ مضبوط کر دیتی ہے اور فکر و اعتقاد کی اصلاح کیلئے تریاق کا کام کرتی ہے۔ اس مقالے میں تحقیقی اصولوں کا خیال رکھا گیا ہے اور اول تا آخر دیانت کے دامن کو کہیں مجروح نہیں ہونے دیا ہے اور یہ چیز ایک دانشور کے فرائض میں داخل ہے۔ آپ کو اس کا اندازہ مقالے کے بالاستعاب مطالعے کے بعد ہو گا۔ رب کائنات ہم سب کو اس مقالے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور صاحب مقالہ کے قلم میں بے پناہ توانائی بخشے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

رحمت اللہ صدیقی عفی عنہ

الاھداء

جملہ مشائخ چشت اہل بہشت کے توسط سے شیخ العرب والعجم منبع جود و سخا مصدر فیض عطا سیدی و مخدومی حضرت علی عثمان ہجویری حنفی المعروف داتا گنج بخش لاہوری رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت بابرکات میں یہ حقیر سا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ ع

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

"خواجہ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ"

انتساب

مرشدی و مولائی شیخ المشائخ نظام الملت و الدین سیدی حضرت سید نظام الدین محبوب الہی فریدی چشتی حنفی رضی اللہ تعالی عنہ کے توسط سے خواجہ خواجگان فخر ہندوستان عطائے رسول اولاد بتول معین الملت حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی عثمانی سنجری ثم اجمیری کے نام سے اس کتاب کو منسوب کرتے ہوئے قلبی خوشی اور فخر محسوس کررہا ہوں ۔ ع

تمھیں ہو ہند کے سلطان خواجہ
یہ عالم تم پہ ہے قربان خواجہ
مصیبت میں تیرا چشتی گھرا ہے
کرم اس پہ بھی ہو ایک آن خواجہ

گدائے چشت

محمد نوشاد عالم چشتی

محمد نوشاد عالم چشتی نظامی

جمعرات ۱۷ صفر ۱۴۱۷ھ ۴ جولائی ۱۹۹۶ء

حال مقیم مصطفے مسجد ہویلکم، سیلم پور۔ دہلی۔ ۵۳

۲۴ جون کو ملی شاہ بخاری قادری الحنفی

۹۲/۷۸٦

گذارشات

جناب محمد زبیر قادری
مدیر اعلیٰ سہ ماہی افکار رضا بمبئی

"بہار شریعت اور بہشتی زیور ایک نظر میں" فاضل محقق نوشاد عالم چشتی کی تحقیقی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ چونکہ دونوں کتابیں دو مختلف مکاتب فکر کے علماء کی تصنیف ہیں۔ اسلئے ضروری ہو جاتا ہے کہ محقق تحقیقی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حقائق کو پیش کرے۔ یہاں فاضل محقق نے جو کچھ لکھا ہے مستند حوالہ جات کی بنیاد پر لکھا ہے۔ ہر منصف مزاج اسے پڑھ کر بخوبی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل کی نمائندگی کر رہا ہے جہاں ایک طرف بہار شریعت کے مصنف حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی کا مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے اکابر علماء میں شمار ہوتا ہے۔ وہیں دوسری طرف مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی مکتب فکر کے نزدیک "حکیم الامت" اور مجدد کے منصب پر فائز ہیں آپ اس مقالہ کی روشنی میں مجدد مسلک دیوبند کے تجدیدی کارناموں کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

الحمد اللہ! تحریک فکر رضا۔ اس مقالے کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ امید ہے کہ ہر انصاف پسند حضرات اس کے دلائل حقہ اور معروضات کو قبول کریں گے۔ رب کائنات اپنے حبیب صلی علیہ وسلم کے صدقے اس کے مصنف کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس تحریر کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائے آمین بطفیل سید المرسلین

محمد زبیر قادری

کتابیات (باعتبار حروف تہجی)

نمبر	کتاب	مصنف / مرتب	مطبوعہ	
۱	القرآن الکریم	منزل من اللہ تعالیٰ		
۲	المشکوٰۃ	شیخ ولی الدین محدث	مطبوعہ مکتبہ تھانوی، دیوبند	ہند
۳	الوفا باحوال المصطفےٰ	مترجمہ محمد اشرف سیالوی علامہ	" اعتقاد پبلی شنگ، دہلی	"
۴	اسلامی اخلاق وآداب	مرتبہ محمد احمد مصباحی علامہ	" المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ	"
۵	اسلامی علوم میں ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ	مجموعہ مقالات	" جامعہ سلفیہ، بنارس	"
۶	استقامت ڈائجسٹ	ماہنامہ، مئی ۱۹۸۳ء	" ریل بازار، کان پور	"
۷	اصلاح بہشتی زیور	حشمت علی بریلوی مولانا	" الفقیہ پرنٹنگ پریس، امرتسر	"
۸	امداد الفتاوی	مرتبہ محمد شفیع مفتی	" ادارہ تالیفات اولیاء، دیوبند	"
۹	بہار شریعت	امجد علی اعظمی صدر الشریعہ	" قادری بک ڈپو، نو محلہ، بریلی	"
۱۰	بزرگوں کے عقیدے	جلال الدین احمد امجدی مفتی	" کتب خانہ امجدیہ، بستی	"
۱۱	بہشتی زیور	اشرف علی تھانوی مولوی	" محمد سعید تاجر کتب، کلکتہ	"
۱۲	" "	" " "	" مدینہ بک ڈپو، دہلی	"
۱۳	" "	" " "	" اشاعت الاسلام دہلی	"
۱۴	تاریخ اسلام	اکبر شاہ مورخ	" ناز پبلی کیشن ہاؤس، دہلی	"
۱۵	تذکرۃ الرشید	عاشق الٰہی میرٹھی مولوی	" مکتبہ الشیخ، سہارن پور	"
۱۶	تواریخ عجیب	محمد جعفر تھانیسری مولوی	" سنگ میل پبلی کیشن، لاہور	پاکستان
۱۷	" "	" " "	" کشمیری بازار، لاہور	"
۱۸	دہلی اور اس کے اعتراف	حکیم عبد الحیّ مولوی	" اردو اکادمی، دریا گنج، دہلی	ہند
۱۹	دیوبند کا پاکیزہ فوٹو گراف	غلام حسن ادیب	" سوداگراں، بریلی	"
۲۰	سکینۃ الاولیاء	مترجم مقبول بیگ پروفیسر	" ناز پبلی کیشن ہاؤس، دہلی	"
۲۱	سوانح قاسمی	مناظر احسن گیلانی مولوی	" دار العلوم دیوبند	"
۲۲	شمع توحید	ثناء اللہ امرتسری مولوی	" مکتبہ ثنائیہ، سرگودھا	پاکستان
۲۳	فتاوی امجدیہ	امجد علی اعظمی صدر الشریعہ	" دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی اعظم گڑھ	ہند
۲۴	فیوض الخالق	عبد الخالق مولوی	" مکتبہ تالیفات اشرفیہ، مظفر نگر	"
۲۵	کتاب الشفا	مترجم عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری علامہ	" مفتی اعظم اکادمی، دہلی	"
۲۶	کمالات اشرفیہ	محمد عیسیٰ الہ آبادی مولوی	" مکتبہ نعمانیہ، دیوبند	"
۲۷	کلمۃ الحق	عبد الحق مولوی	" مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون	"
۲۸	لحاف (مجموعہ افسانہ)	عصمت چغتائی ادیبہ	" سنگ میل پبلی کیشن، لاہور	پاکستان

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے، جناب عبدالستار صاحب ہمدانی رضوی نوری (پور بندر۔ گجرات) کو، کہ انہوں اپنی ذخیرہ کتب سے بھرپور استفادہ کرنے کا موقع دیا۔ عالی جناب حاجی عثمان غنی صاحب برکاتی (پور بندر۔ گجرات) کا بھی شکریہ کہ انہوں نے کئی قدیم نادر و نایاب کتب و رسائل کے فوٹو اسٹیٹ مہیا کرائے، جو میرے لئے بڑے کارآمد ثابت ہوئے۔ بڑی ناسپاسی ہوگی کہ میں محترم جناب علی محمد صاحب رکن دارالعلوم اور جناب حاجی علی محمد کھتری صاحب ناظم اعلیٰ دارالعلوم و حافظ سید سعادت علی صاحب قادری، مولانا عبدالقیوم صاحب مصباحی مولانا احمد رضا صاحب مصباحی اور حضرت مولانا آل مصطفےٰ صاحب مصباحی صدر المدرسین دارالعلوم غوث اعظم، پور بندر، گجرات کا شکریہ نہ ادا کروں کہ ان حضرات نے مجھے مقالہ لکھتے وقت مفید مشوروں سے نوازا اور حوالے تلاش کرنے نیز مطلوبہ کتب دستیاب کرانے میں ہماری مدد کی۔

علاوہ ازیں حضرت مولانا اشرف رضا قادری صاحب نے مقالہ ملاحظہ فرماکر، میری حوصلہ افزائی کی۔ اور حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب کی ترغیب پر سہ ماہی افکار رضا "بمبئی" کے مدیر برادرم جناب محمد زبیر قادری صاحب نے اس کی اشاعت میں غیر معمولی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے منظر عام پر لانے میں مکمل اعانت و معاونت فرمائی۔ حافظ کمال الدین اشرفی گورکھپوری کا بھی شکریہ جن کا تعاون باعث سکون رہا۔ حافظ مظفر حسین انصاری صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے تصحیح کتابت کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔ ساتھ ساتھ مولانا محمد آصف رضوی خطیب و امام مصطفےٰ مسجد، ویلکم، سیلم پور، دہلی۔ اور نائب امام قاری حامد علی لطیفی کا بھی شکریہ، جنھوں نے نہایت خلوص کے ساتھ مجھے دہلی میں بہت ساری سہولتیں عطا کیں۔ جن کی وجہ سے میں یہ مقالہ بہت اطمینان و سکون کے ساتھ آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے میں کامیاب ہوا۔ جناب سید طفیل احمد صاحب (مالک و نگراں، گلوب کمپیوٹر، 1356، کلاں محل، دریا گنج، دہلی۔) نے اچھی کمپوزنگ اور خوب صورت کتابت و تزئین و آرائش کے لئے حتی المقدور کوشش کی۔ اور فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، دہلی کے مالک و جملہ اراکین بھی قابل ستائش ہیں جنھوں نے اشاعت میں مکمل تعاون دیا۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو مصطفےٰ کریم کے طفیل اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور مجھے علمائے حق کے ساتھ عاطفت میں رکھے۔ آمین۔ بجاہ سید مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم الف الف مرۃ فی کل لمحۃ و لحظہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

بہار شریعت اور بہشتی زیور ایک نظر میں

برصغیر ہند و پاک میں بحمدہ تعالیٰ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی اکثریت ہے۔ فقہ کے دامن سے رو گردانی کرنے والوں کی تعداد بس انگلیوں پہ گنے جانے کے قابل ہے۔ اسی طرح اہل تشیع بھی اپنی تمام تر جد وجہد اور مکروفریب کے باوجود اہل سنن کے مقابلے میں ہمیشہ اقلیت اور مغلوب رہے۔ ہند میں سواد اعظم کی اکثریت فقہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ رہی۔ دور استعمار میں فرنگی غاصبوں نے اپنی حکومت کی توسیع کے لئے باشندگان ہند کے درمیان "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی کو جب عملی جامہ پہنایا تو اسکا اثر ہندی مسلمانان اہل سنت پر بھی پڑا۔ نتیجتا بد قسمتی سے "احناف" بھی دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ جنھیں آج ہم "بریلوی" اور دیوبندی" یا "وہابی مقلد" کے نام سے جانتے ہیں۔ لیکن برصغیر میں اصلی اور قدیمی حنفی سنی کون رہا؟ اسے جاننے کے لئے کچھ مستند شواہد پیش خدمت ہیں ملاحظہ کریں۔

۱۹۳۸ء میں "اہل توہب" کے ایک بڑے پیشوا یعنی غیر مقلد وہابی عالم و مناظر مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ایک کتاب بنام "شمع توحید" رقم فرمائی۔ اس میں موصوف لکھتے ہیں:۔

> "امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی کے مساوی ہے۔ اسی (۸۰) سال پہلے قریبا سب مسلمان اسی خیال کے تھے۔ جن کو آج کل "بریلوی حنفی" کہا جاتا ہے۔" ۱

ایک اور وہابی معتبر دانشور اور عالم جناب محمد جعفر تھانیسری صاحب اپنی کتاب

۱۔ شمع توحید، ثناء اللہ امرتسری مولوی، اشاعت ثانی سنہ ندارد۔ ناشر مکتبہ ثنائیہ سرگودھا، پاکستان۔ ص۔ ۴۰

تواریخ عجیب (تاریخی نام ۱۳۰۲ھ بمطابق ۱۸۸۲ء) میں لکھتے ہیں (واضح ہو کہ اسکا دوسرا نام "کالا پانی" ہے)۔

"میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۸۰ھ۔ ۱۸۶۳ء) شاید پنجاب بھر میں دس "وہابی عقیدہ" کے مسلمان بھی موجود نہ تھے۔ اور اب (۱۳۰۲ھ۔ ۱۸۸۲ء) میں، میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں کہ جہاں مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ "وہابی" "معتقد" "محمد اسماعیل" کے نہ ہوں۔ یوہابی یوما بڑھ رہا ہے۔ جیسے ایک وقت پرانسٹنٹ یک بیک تمام یورپ میں بڑھ گئے تھے"۔[۱]

مگر ان سب کے باوجود آج بھی آپ ہند و پاک، بنگلہ دیش، افغانستان کہیں چلے جائیں، حنفی مسلمانوں کی کثیر تعداد اسی عقیدہ پر گامزن پائیں گے۔ جسے مخالفین تو ہب پرست "بریلویت" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی حقیقت کو پروفیسر مشیر الحق صاحب نے بھی جامعہ سلفیہ بنارس میں ایک فقہی سمینار کے موقع پر اپنے مقالے میں سامعین کے سامنے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تصنیف بہشتی زیور کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس قسم کی ایک دوسری "اہم کتاب" مولانا امجد علی کی" بہار شریعت" ہے جو ہندوستانی مسلمانوں کے ایک دوسرے بڑے "طبقے" کی ذہنی تشفی کرتی ہے۔ یہ دونوں کتابیں (بہار شریعت اور بہشتی زیور ناقل) فقہ حنفی کی بنیاد پر لکھی گئیں ہیں۔ لیکن دونوں مصنفین کے نقطہ نظر کا فرق ' ب وقت نمایاں طور سے سامنے آجاتا ہے۔ جب وہ سنت بدعت یا فاتحہ و ایصال ثواب جیسے موضوعات پر اپنے خیال کا اظہار کرتے ہیں۔"[۲]

پروفیسر موصوف کے اس حوالے کی روشنی میں بہار شریعت اور بہشتی زیور کا ایک مختصر تقابلی جائزہ پیش ہے۔ واضح ہو کہ میرا مقصد ہرگز موصوف پروفیسر

۱۔ (الف) تواریخ عجیب۔ محمد جعفر تھانیسری، مولوی، سنہ اشاعت ۱۹۹۲ ناشر سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ص ۸۶،۲
(ب) " " " ندارد، بار پنجم ناشر کشمیری بازار لاہور ص ۸۰
۲۔ اسلامی علوم میں ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ، مجموعہ مقالات اشاعت اول ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء ناشر جامعہ سلفیہ بنارس، ص ۱۰۵

صاحب کی کسی "غلط فہمی" یا "شبہات کا ازالہ" مقصود نہیں ہے۔ یوں بھی آج کل لوگ ایک دوسرے کے "شبہات کا ازالہ" تو کرتے ہیں لیکن اپنی ذات کو خود احتسابی کے عمل سے گزارنے کے لئے تیار نہیں۔ یا "اپنے شبہات" کا ازالہ نہیں کرتے۔

میرے پیش نظر اس وقت بہار شریعت اور بہشتی زیور کے تین مختلف مطبوعات کے نسخے موجود ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

الف۔ **بہار شریعت**

۱۔ مطبوعہ نورانی پریس، نالہ روڈ، کانپور۔	۱۷	جز	متفرق جلدوں میں
۲۔ مطبوعہ قادری بک ڈپو نو محلہ مسجد بریلی۔	۱۷	جز	تین جلدوں میں
۳۔ مطبوعہ قادری بک ڈپو نو محلہ مسجد بریلی۔	۲۰	جز	تین جلدوں میں

ا۔ سبب تالیف

بہار شریعت کے مصنف صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی سبب تالیف کے متعلق لکھتے ہیں:-

"فقیر بارگاہ قادری ابو العلا امجد علی اعظمی رضوی عرض کرتا ہے کہ زمانہ کی حالت نے اس طرف متوجہ کیا کہ عوام بھائیوں کے لئے صحیح مسائل کا ایک سلسلہ عام فہم زبان میں لکھا جائے جس میں ضروری روزمرہ کے مسائل ہوں۔ باوجود بے فرصتی اور بے مایگی کے "توکل علی اللہ" اس کام کو شروع کیا۔ ایک حصہ لکھنے پایا تھا کہ یہ خیال ہوا کہ اعمال کی درستی عقائد کی صحت پر متفرع ہے۔ اور بہتیرے مسلمان ایسے ہیں کہ اصول مذہب سے آگاہ نہیں۔

ایسوں کے لئے سچے عقائد ضروری کے سرمایہ کی بہت شدید حاجت ہے۔ خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں کہ گندم نما جو فروش بہ کثرت ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں بلکہ عالم کہلاتے ہیں۔ اور حقیقتاً اسلام سے ان کو کچھ علاقہ نہیں۔ عام ناواقف مسلمان ان کے دام تزویر میں آکر مذہب اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، لہٰذا اس حصہ یعنی کتاب الطہارۃ کو اس سلسلہ کا حصہ دوم کیا۔ اور ان بھائیوں کے لئے اس پہلے حصہ میں اسلامی سچے عقائد بیان کیے۔ امید کہ برادران

اسلام اس کتاب کے مطالعہ سے ایمان تازہ کریں۔ اور اس فقیر کے لئے عفو وعافیت دارین اور ایمان ومذہب اہل سنت پر خاتمہ کی دعا فرمائیں۔[1]

۲۔ حصص کی تفصیل

۱۔ بہار شریعت امجد علی مولانا سنہ اشاعت ندارد، ناشر قادری بک ڈپو بریلی ص ۲۳، جزء ۱، جلد ۱

۲۔ تکمیل بہار شریعت

اعظمی صاحب ابھی صرف سترہ (۱۷) حصوں کی تکمیل ہی کر پائے تھے کہ آپ کو کئی صدمات سے دوچار ہونا پڑا جس کے متعلق آپ خود لکھتے ہیں:۔

"فقیر بوجہ کثرت مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا تھا کہ اس کام کو پورے طور پر انجام دے سکے۔ مگر حالت زمانہ نے مجبور کیا اور اس کے لئے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی۔ جب کبھی فرصت ہاتھ آجاتی اس کام کو قدرے انجام دے لیتا۔ تدریس کی مشغولیت اور افتا۔ وغیرہ چند دینی کام ایسے انجام دینے پڑتے جن کی وجہ سے تصنیف کتاب کے لئے فرصت نہ ملتی۔ مگر اللہ پر توکل کر کے جب یہ کام شروع کر دیا گیا تو بزرگان کرام اور مشائخ عظام و اساتذہ اعلام کی دعاؤں کی برکت سے ایک حد تک اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کتاب کا نام بہار شریعت رکھا۔ جس کے بفضلہ تعالیٰ سترہ (۱۷) حصے مکمل ہو چکے۔ اور بحمدہ تعالیٰ یہ کتاب مسلمانوں میں حد درجہ مقبول ہوئی۔ عوام تو عوام اہل علم کے لئے بھی نہایت کارآمد ثابت ہوئی" [۱]

مزید ارشاد فرماتے ہیں:۔

"چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے۔ جنھوں نے اس قابل بھی مجھے نہیں رکھا کہ بہار شریعت کی تصنیف کو حد تکمیل تک پہنچاتا۔ ۷ شعبان ۱۳۵۸ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا۔ اور ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی محمد یحیٰ کا انتقال ہوا۔ شب دہم رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ نے رحلت کی۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفیٰ کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا۔ اور اسی دوران میں مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا۔ اور ان کی اہلیہ کا۔ اور مولوی محمد یحیٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا۔ اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچی کا انتقال ہوا۔ ان پیہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا" [۲]

۱۔ ایضاً ص ۲، جز ۱۸، جلد ۳۔ ۲۔ ایضاً ص ۷ جز ۱۸، جلد ۳

اتنے سارے اموات کا اثر انسانی قلب و دماغ پر پڑنا ایک فطری امر ہے۔ جس کا انکار ایک پتھر دل انسان ہی کرسکتا ہے۔ لہذا اعظمی صاحب بھی ان حوادث سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور قلم و قرطاس کی دنیا سے آپ نے یک سر رخ پھیر لیا۔ لیکن اس کتاب کی تکمیل کی آرزو آپ کے دل میں کروٹ لے رہی تھی۔ اس لئیے آپ نے اپنی خواہش کا اظہار ان لفظوں میں کیا:

"ایسی حالت میں "بہار شریعت کی تکمیل میرے لئے بالکل دشوار ہوگئی اور میں نے اپنی اس تصنیف کو اس حد پر ختم کردیا۔ گویا اب اس کتاب کو کامل و اکمل بھی کہاجاسکتا ہے۔ مگر ابھی اس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا اگر توفیق الہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی اور یہ کتاب مکمل ہو جاتی۔ اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہل سنت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمائیں تو میری عین خوشی ہے" [1]

بحمدہ تعالیٰ! آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ کے تلامذہ نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

- ☆ جز ١٨ جو جنایات قصاص و دیت کے مسائل پر مشتمل ہے اس کی ترتیب و تدوین میں نمایاں کردار صدر الشریعہ کے مائیہ ناز شاگرد، دارالعلوم امجدیہ عالم گیر روڈ، کراچی (پاکستان) کے نائب شیخ الحدیث مفتی محمد وقار الدین صاحب قادری رضوی علیہ الرحمۃ نے ادا کیا ہے۔ مفتی صاحب کی معاونت علامہ عبدالمصطفٰی ازہری ابن صدر الشریعہ اور قاری محبوب رضا خاں بریلوی ثم کراچوی مفتی دارالعلوم ہذا نے کی ہے۔ اس ضمن میں مفتی وقار الدین صاحب پیش لفظ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:-

"الحمد للہ کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کے مطابق ہم نے یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس میں یہ اہتمام بالالتزام کیا ہے کہ

١۔ ایضاً ص ٢، جز ١٨، جلد ٣

مسائل کے ماخذ، کتب کے صفحات کے نمبر اور جلد بھی لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ اہل علم کو ماخذ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ اکثر کتب فقہ کے حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں جن پر آج کل فتویٰ کا دارومدار ہے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے طرز تحریر کو حتی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فقہی موشگافیوں اور فقہا کے قیل و قال کو چھوڑ کر صرف مفتی بہ اقوال کو سادہ اور عام فہم زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ کم تعلیم یافتہ سنی بھائیوں کو بھی اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔[1]

— ☆ جز ۱۹، جو مسائل وصیت کے بیان پر مشتمل ہے اس کی ترتیب و تدوین کا فریضہ صدرالشریعہ کے ایک دوسرے مایہ ناز شاگرد محترم جناب سید ظہیر احمد زیدی صاحب (سابق استاذ شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے انجام دیا ہے۔ محترم سید صاحب لکھتے ہیں:۔

"استاذی و ملاذی حضرت صدرالشریعہ الحاج مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضان علمی سے اس ناچیز نے آپ کی مصنفہ کتاب بہار شریعت کے بقایا ابواب فقہ میں سے انیسواں (۱۹) حصہ کتاب الوصایا کے نام سے مرتب و مولف کیا"۔[2]

— ☆ جز ۲۰۔ یہ مسائل میراث سے متعلق ہے اس کی بھی تکمیل حضرت علامہ مفتی وقارالدین صاحب نائب شیخ الحدیث کراچی پاکستان نے کیا ہے۔ جیسا کہ اس کے پیش لفظ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔[3]

۴۔ بہار شریعت کے کل صفحات

بہار شریعت فی الحال ۲۰ حصوں پہ مشتمل تین جلدوں میں اور (مطبوعہ فاروقیہ سے چار جلدوں میں) اس وقت بازار میں دستیاب ہے۔ جس کے کل صفحات کی تعداد تین ہزار تیس (۳۰۲۴) ہے۔ جس میں دو ہزار سات سو سڑسٹھ (۲۷۶۷) صفحات بذات خود صدرالشریعہ نے رقم فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ دو سو چھپن (۲۵۶) صفحات پر مشتمل کاوش آپ کے شاگردان رشید کا کارنامہ ہے۔ جو قابل تحسین ہے۔

۱۔ ایضاً ص۲، جز۱۸۔ ۲۔ ایضاً ص۸، جز۱۹۔ ۳۔ ایضاً ص۲، جز۲۰۔

۵۔ بہار شریعت کی چند خصوصیات

۱۔ بہار شریعت اپنے سبب تالف کے اعتبار سے ذکور واناث سب کی اصلاح فکر و عمل کے لئے ہے۔ صرف مردوں یا عورتوں کے لئیے مخصوص نہیں ہے۔

۲۔ عقائد و عمل، معاملات اور حسن معاشرت کے ہر باب میں صاحب بہار شریعت کے استدلال کا طریقہ حسب ذیل ہے۔

الف۔ متعلقہ عنوان کے تحت پہلے قرانی آیات مقدسہ سے استدلال

ب۔ بر محل مناسب احادیث کریمہ سے استدلال

ج۔ اقوال اکابر سے استدلال

د۔ احادیث مبارک کی توجیح تاویل اور تفہیم کا التزام

۳۔ راجح اور مرجوع اقوال کی تشریح

۴۔ مفتی بہ اقوال کا التزام

۵۔ سنجیدہ اور متین لب و لہجہ

۶۔ سلاست روانی اور اختصار کی جامعیت

۷۔ حشو وزوائد سے پاک

۸۔ ازالہ شبہات

۹۔ تصدیقات علماء سے مزین

۱۰۔ مراجع کی نشاندہی (جز ۳ تا ۱۷ تک باالالتزام)

۶۔ چند مثالیں

۱۔ اسلوب :۔ صاحب بہار شریعت کا اسلوب بہت سادہ، سلاست روانی اور اختصار کی جامعیت سے پر ہے۔ صاحب بہار شریعت نے متعلقہ مسائل سے متعلق کہیں کہیں ایسی منظر کشی کی ہے کہ مسائل کی معلومات کے ساتھ ساتھ مسئلہ کی نزاکت و اہمیت دل میں اترتی چلی جاتی ہے ——— اور حسن ادب کا بھی بر محل اظہار ہوجاتا ہے۔ بہار شریعت جلد اول سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں :۔

(الف)۔ قیامت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"یہ قیامت کا دن حقیقتاً قیامت کا دن ہے۔ جو پچاس ہزار برس کا دن ہوگا۔ جن کے مصائب بے شمار ہوں گے۔ مولیٰ عزو جل کے جو خاص بندے ہیں ان کے لئے اتنا ہلکا کر دیا جائے گا کہ معلوم ہوگا اس میں اتنا وقت صرف ہوا جتنا ایک وقت کی نماز فرض میں صرف ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ یہاں تک کہ بعضوں کے لئے تو پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا۔

وما امر الساعة الا کلمح البصر او هو اقرب

(یعنی) قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے پلک جھپکنا بلکہ اس سے بھی کم" "سب سے اعظم و اعلیٰ جو مسلمانوں کو اس روز نعمت ملے گی وہ اللہ عزو جل کا دیدار ہے کہ اس نعمت کے برابر کوئی نعمت نہیں۔ جسے ایک بار دیدار میسر ہو گا وہ ہمیشہ ہمیشہ اس کے ذوق میں مستغرق رہے گا۔ کبھی نہ بھولے گا۔ اور سب سے پہلے دیدار الٰہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا"[1]

(ب) ایمان و کفر کے باب میں مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"عمل جوارح" ایمان نہیں۔ البتہ بعض اعمال جو قطعاً منافی ایمان ہوں ان کے مرتکب کو کافر کہا جائے گا۔ جیسے "بُت" یا "چاند" یا "سورج" کو سجدہ کرنا اور "قتل نبی" یا نبی کی توہین یا مصحف شریف یا کعبہ معظمہ کی توہین اور کسی سنت کو ہلکا بتانا یہ باتیں یقیناً کفر ہیں۔ یونہیں "بعض اعمال کفر کی علامت ہیں جیسے "زنار" باندھنا سر پر چوٹی رکھنا، قشقہ لگانا، ایسے افعال مرتکب کو فقہائے کرام کافر کہتے ہیں۔ تو جب ان اعمال سے کفر لازم آتا ہے تو ان کے مرتکب کو از سر نو اسلام لانے اور اس کے بعد اپنی عورت سے تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا"[2]

(ج) مذکورہ باب میں مسلمان اور کافر کے متعلق اسلامی عقیدہ کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔ اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا۔

۱۔ ایضاً ص ۴۲ جز ا، جلد ا۔ ۲۔ ایضاً ص ۳۵، جز ا، جلد ا۔

تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو۔ مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے ۔"خاتمہ" پر "بنا" "روز قیامت"، اور "ظاہر" پر "مدار" "حکم شرع" ہے۔

اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر مثلاً یہودی یا نصرانی یا بت پرست مرگیا تو یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کفر پر مرا۔ مگر ہم کو اللہ و رسول کا حکم یہی ہے کہ اسے کافر ہی جانیں۔ اس کی زندگی اور موت کے بعد وہی معاملات اس کے ساتھ کریں جو کافروں کے لئے ہیں۔ مثلاً "میل جول" "شادی بیاہ" "نماز جنازہ" "کفن دفن"۔ جب اس نے کفر کیا تو فرض ہے کہ اسے کافر ہی جانیں، اور خاتمہ کا حال علم الٰہی پر چھوڑیں۔ جس طرح جو ظاہراً مسلمان ہو اور اس سے کوئی قول و فعل خلاف ایمان نہ ہو فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں۔ اگرچہ ہمیں اس کے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں۔ اس زمانہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ "میاں" جتنی دیر اسے کافر کہو گے اتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ "کافر" "کافر" کا وظیفہ کرلو۔ مقصود یہ ہے کہ اسے کافر جانو اور پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو۔ نہ یہ کہ اپنی صلح کل پالیسی سے اس کے کفر پر پردہ ڈالو" [۱]

۲۔ طرز استدلال :۔ بہار شریعت میں صدرالشریعہ نے اپنے موقف کی حمایت میں استدلال کا جو طرز اختیار کیا ہے وہ اس موضوع پر لکھی جانے والی دیگر کتب اردو میں مفقود ہے یہ کوئی مشربی زعم پرستی یا مسلکی عصبیت پر مبنی مبالغہ آمیزی نہیں بلکہ واقعتاً حقیقت ہے جس کا اعتراف ہر باشعور پڑھا لکھا غیر جانب دار شخص کرے گا۔ صاحب بہار شریعت کے طرز کے متعلق جیسا کہ راقم نے گذشتہ صفحات میں عرض کیا ہے اس کی مثال اختصار کے ساتھ ملاحظہ کریں:۔

الف۔ قرآن و احادیث سے استدلال :۔ بہار شریعت میں شامل شاید ہی کوئی ایسا عنوان ہو جس کا دامن قرآن کریم کی آیات اور احادیث پاک کی فراوانی سے خالی ہو۔

۱۔ ایضاً ۔ ص ۵۵ش جز ۱ ۔ جلد ۱

کسی بھی جز کا مطالعہ کریں بحمدہ تعالیٰ راقم کے قول کی تصدیق کریں گے۔ جماعت اہل سنت کے ممتاز عالم اور صف اول کے قلم کار حضرت مولانا محمد احمد مصباحی اعظمی صاحب (استاذ عربی ادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) بہار شریعت کے سولھویں (۱۶) حصے کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ہم نے زیر نظر کتاب (کتاب الحظروالاباحت) کے ہر باب میں نمایاں سرخی کے ساتھ درج ہونے والی احادیث کا شمار کیا تو آٹھ سو بیالیس (۸۴۲) کی تعداد میں نظر آئیں بہت سی احادیث جو ضمناً ذکر ہوئی ہیں وہ اس شمار میں نہیں۔ اگر صرف یہ ۸۴۲ احادیث اردو میں عربی عبارتوں اور ترجمہ و تفہیم کے ساتھ ذرا پھیلا کر لکھ دی جائیں تو ایک ضخیم "معارف الحدیث" نظر آئے۔"

احادیث کے علاوہ آداب و مسائل جو فقہ اسلامی سے اخذ کرتے ہوئے درج کیے گئے ہیں ان کا تو شمار ہی نہیں۔ اکثر ابواب میں متعلقہ آیات مبارکہ کا بھی التزام ہے۔ پھر کہیں بھی بے کار تمہید اور فضول تقریر سے کتاب کو ضخیم کرنے کی شعوری یا غیر شعوری کوشش ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ لکھا گیا ہے سلاست و روانی اور اختصار و جامعیت کے ساتھ لکھا گیا ہے"[1]

ب۔ **اقوال اکابر سے استدلال:**۔ صاحب بہار شریعت نے قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ اکابر سلف صالحین، ائمہ دین کے اقوال بھی جابجا تحریر فرمائے ہیں۔ اختصار کے ساتھ چند نظیریں ملاحظہ کریں:۔

۱۔ صاحب بہار شریعت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں:۔

"شاہ عبدالعزیز صاحب (علیہ الرحمۃ) لکھتے ہیں روح را قرب و بعد مکانی یکساں است"[2]

۲۔ اقوال صحابہ سے استدلال کرتے ہوئے صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں:۔

"ترمذی عبداللہ بن شفیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "سے راوی کہ صحابہ کرام کسی

۱۔ اسلامی اخلاق و آداب، مرتبہ محمد احمد مصباحی، علامہ، اشاعت اول ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء ناشر المجمع الاسلامی مبارک پور، اعظم گڑھ۔ ص ۶
۲۔ بہار شریعت، مولانا امجد علی مفتی، ص ۲۶، جز ۱۔ جلد ۱۔

عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے، سوائے نماز کے۔ بہت سی ایسی حدیثیں آئیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے، اور بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت امیر المومنین فاروق اعظم و عبدالرحمان بن عوف و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ و معاذ بن جبل و اسحاق بن راہویہ و عبداللہ بن مبارک و امام نخعی کا بھی یہی مذہب تھا۔ اگرچہ ہمارے امام اعظم و دیگر ائمہ نیز بہت سے صحابہ کرام اس کی تکفیر نہیں کرتے۔ پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔" [1]

۳۔ **راجح و مرجوع اور مفتی بہ اقوال کا التزام:۔** صاحب بہار شریعت اس کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اس کتاب میں حتی الواسع (مگر بقدر ضرورت۔ ناقل) اختلافات کا بیان نہ ہوگا۔ عوام کے سامنے جب دو مختلف باتیں پیش ہوں تو ذہن متحیر ہوگا کہ عمل کس پر کریں اور بہت سے خواہش کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں اسے اختیار کرلیتے ہیں یہ سمجھ کر نہیں کہ یہی حق ہے۔ بلکہ یہ خیال کرکے اس میں اپنا مطلب حاصل ہوتا ہے۔ پھر جب کبھی دوسرے میں اپنا فائدہ دیکھا تو اسے اختیار کرلیا۔ اور یہ ناجائز ہے کہ اتباع شریعت نہیں بلکہ اتباع نفس ہے۔ لہذا ہر مسئلہ میں مفتی بہ، صحیح، اصح، راجح قول بیان کیا جائے گا کہ بلا دقت ہر شخص عمل کرسکے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ اور اس بے بضاعت کی کوشش قبول فرمائے۔" [2]

۴۔ **تقریظ:۔** صدر الشریعہ نے فاضل بریلوی کی حیات کا ایک طویل عرصہ پایا۔ بلکہ بلاواسطہ تقرب کا لطف بھی حاصل کیا۔ مگر ان سب کے باوجود فاضل بریلوی صدر الشریعہ کے اکابرین میں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں علمائے اہل سنت کا فاضل بریلوی کے مجدد ہونے پر اتفاق بھی ہے۔ اس تناظر میں بہار شریعت پہ فاضل بریلوی کی تقریظ جہاں باعث برکت ہے وہیں یہ صدر الشریعہ کو تفقہ میں کمال حاصل ہونے کی سند بھی۔

۱۔ ایضاً ص۔ ۱۰، جزء ۱، جلد ۱ ۔۔۔ ۲۔ ایضاً ص، جزء، جلد،

ایک مشہور روایت کے مطابق " دارالقضا شرعی" کا قیام فرما کر فاضل بریلوی نے صدرالشریعہ کو احباب و حاضرین کے سامنے "قاضی شرع" مقرر کیا۔ اور حضرت مولانا مفتی برہان الحق صاحب و مفتی اعظم ہند کو آپ کا نائب بنایا ...فاضل بریلوی نے بہار شریعت حصہ دوم پر خطبہ کے بعد اپنی تقریظ ان الفاظ میں سپرد قلم کیا ہے۔ لکھتے ہیں:-

" فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے طہارت میں یہ مبارک رسالہ بہار شریعت تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم و الفکر القویم والفضل والعلیٰ مولانا ابوالعلیٰ مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنیٰ رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنیٰ مطالعہ کیا۔ الحمد للہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا۔ آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی واغلاط کے "موضوع و ملمع زیوروں" کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔ مولیٰ عزوجل مصنف کی عمر و عمل و فیض میں برکت دے۔ اور عقائد سے ضروری فروع تک ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی و شافی و وافی صافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انھیں اہل سنت میں شائع و معمول اور دنیا و آخرت میں نافع و مقبول فرمائے ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۱۷ء" [1]

۵۔ ازالئہ شبہات :- صاحب بہار شریعت نے حصہ دوم میں وضو سے متعلق ایک مسئلہ ان لفظوں میں لکھا ہے (واضح ہو کہ یہ مسئلہ آب مطلق و آب مقید کے جزیات میں سے ہے)۔

"حقہ کا پانی پاک ہے اگرچہ اس کے رنگ و بو مزے میں تغیر آجائے اس سے وضو جائز ہے۔ بقدر کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں" [2]

اس مسئلہ پر کاٹھیاواڑ صوبہ گجرات کے کچھ عوام نے حقہ کے پانی کو ناپاک مانتے ہوئے ایک خط مصنف بہار شریعت کے پاس طلب دلیل کے لئے بھیجا۔ صاحب بہار شریعت نے اس مسئلہ کی وضاحت اور اپنے مؤقف کی حمایت کے لئے نہایت مبسوط تحقیق فرمائی جو بطور ضمیمہ کے ۱۲ صفحات پہ مشتمل جلد دوم کے ساتھ منسلک ہے۔ آپ نے اس ضمیمہ کو قرآن و حدیث

۱۔ استقامت ڈائجسٹ۔ ماہنامہ کان پور۔ ہند۔ بابت ماہ رجب ۱۴۰۳ھ۔ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص۔ ۲۵

۲۔ بہار شریعت۔ ص۔ ۱۱۶ جز ۲۔ جلد ۱۔ ۳۔ ایضاً۔ ص ۴۸۔ جز ۲۔ جلد ۱

کے علاوہ در مختار فتاویٰ عالم گیری، رد المحتار، تنویر الابصار، شلبیہ علی الزیلعی، قاضی خاں، فتح القدیر، فتاویٰ امام غزی، بحر الرائق، البدائع، کفایہ وبنایہ عنایہ، ہدایہ، وقایہ، قدوری جیسے مستند کتب فتاویٰ کی عبارتوں سے مزین کیا ہے۔[1] راقم کے نزدیک یہ ایک مستقل رسالہ ہے اگر اس کو کتابی شکل میں اچھی کتابت و طباعت اور تخریج کے ساتھ شائع کردیا جائے تو فتاویٰ ادب میں جماعت اہل سنت کی ایک بڑی خدمت ہوگی۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ ایک خالص علمی رسالہ ہے کاروباری قسم کے ناشرین قطعاً ایسی "خدمات" کا خطرہ مول نہیں لیں گے کیونکہ مالی منفعت کی امید غالباً بہت کم ہے۔ لیکن اظہار خیال اس لیئے کردیا کہ ع

"شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات"

۶۔ تصدیقات:۔ ازالۃ شبہات کے اس فتوے پر جن علمائے کرام کی تصدیق ہے ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی

۲۔ علامہ سید محمد الاشرفی الجیلانی

۳۔ مولانا ابو الابرار محمد اسرار الحق حنفی سنی صدیقی چشتی نظامی قادری رہتکی

۴۔ مولانا محمد احسان الحق نعیمی قاضی بلدہ و مفتی درگاہ معلیٰ بہرائچ شریف

۵۔ ابو سراج مولانا عبد الحق رضوی تلمیذ محدث سورتی

۶۔ حضرت مولانا سید محمد حسن السنوسی المدنی الحنفی المجددی

۷۔ مولانا محمد عبد العلیم الصدیقی قادری[2]

علاوہ ازیں بہار شریعت کے مسائل کی وضاحت، تشریح و تفہیم کے متعلق کئے گئے استفتاد کا جواب آپ نے فتاویٰ امجدیہ (مصنف صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی) میں بھی دیا ہے۔ ملاحظہ کریں فتاویٰ امجدیہ جلد اول کے مسئلہ نمبر ۵-۷-۸-۲۷-۵۳-۶۹- وغیرہ وغیرہ[3] احادیث مبارکہ کی توضیح تاویل تطبیق اور تفہیم کے لئے بہار شریعت کا بالاستیعاب مطالعہ کریں لاتعداد شواہد مل جائیں گے اختصار مانع ہے ورنہ کئی شواہد میں بھی پیش کرتا۔

۱۔ ایضاً۔ ضمیمہ، ص۱، جز ۲۔ جلد ۱۔ ۲۔ ایضاً۔ ص۱۔ جز ۲، جلد ۱۔

۳۔ فتاویٰ امجدیہ۔ مرتبہ عبد المنان کلیمی۔ مولوی بار اول ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء۔ ناشر دائرۃ المعارف الامجدیہ۔ گھوسی۔ اعظم گڑھ۔ ص ۷-۹-۱۹-۲۸-۳۷-

۷۔ بہار شریعت سے متعلق راقم کی گذارش

بہار شریعت کی گوناگوں خوبیوں کے اعتراف کے باوجود راقم یہ کہنے پہ خود کو مجبور پاتا ہے کہ ہندوستان میں بہار شریعت کا کوئی معیاری نسخہ خواہ کسی بھی مکتبہ کا ہو میری نظر سے ابھی تک نہیں گذرا۔ غیر معیاری ہونے کے علاوہ کتابت کی بے شمار غلطیوں کے باوجود "تصحیح شدہ" نسخہ کا ٹائٹیل لگا کر بلا وجہ مفت میں تصحیح کرنے والوں کے زمرے میں اپنا نام لکھوانا بہت سارے "متقی ناشرین" کا شیوہ بن چکا ہے۔ کاش اس کی دل کش کتابت و تصحیح اور دیدہ زیب طباعت کی طرف دھیان دیا جاتا۔ نیز جدید تحقیقی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے تخریج شدہ نسخہ بازار میں لایا جاتا تو اردو میں فتاویٰ ادب کی جماعتی حیثیت سے ایک شاندار خدمت ہوتی اور "بہار شریعت" کی یہ ادبی و علمی خدمات کاروباری قسم کے ناشرین کے بجائے خود مصنف کے "وارثین" ہی کرتے تو بہت بہتر ہوتا۔ اور صدر الشریعہ کی روح بھی خوش ہوتی۔

قادری بک ڈپو نو محلہ، مسجد بریلی سے شائع شدہ بہار شریعت کے جلد تین میں شامل جز سولہ (۱۶) کے متعلق مولانا محمد احمد مصباحی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس کا حصہ ۱۶ جو ہمارے زیر مطالعہ آیا۔ غالباً اشاعت مکتبہ کلیسی کانپور کا عکس ہے یہ کافی تصحیح اور مستقل صحت نامہ کا طالب ہے۔"[۱]

حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب نے بہار شریعت کے سولہویں حصہ کو الگ سے بہت خوبصورت انداز میں "اسلامی اخلاق و آداب" کے نام سے ادارہ المجمع الاسلامی مبارک پور کے زیر تحت شائع کیا ہے۔ مقدمہ بھی بہت وقیع لکھا ہے۔ اس کے علاوہ صوری و معنوی خوبیوں سے مزین کر کے دیدہ زیب طباعت کا اہتمام کیا ہے۔ کاش کہ دیگر حضرات بھی اسی طرح کا اہتمام کر کے مصنف کی روح کو خوش کرتے تو کیا بات ہوتی۔

"ادارہ اشاعت الاسلام" دہلی نے بلاشک وشبہ کاروباری نقطہ نظر سے مالی منفعت کے لئے بہار شریعت کی اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی ہے جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

۱۔ جلد اول ۱ تا ۱۰ جز

۲۔ جلد دوم ۱۱ تا ۱۷ جز

۱۔ اسلامی اخلاق و آداب مرتبہ محمد احمد مصباحی۔ علامہ۔ ص۔ ۵ --- (حاشیہ)۔

لیکن یہ نسخہ غیر معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ تحریف شدہ بھی ہے۔ جس کی اصل وجہ اہل سنت حضرات کی بہار شریعت کی نشر و اشاعت سے عدم دلچسپی اور مخالفین اہل سنت کا جذبہ انتقام ہے۔ مخالفین اہل سنت اور اہل توہب نے جذبہ انتقام سے مجبور ہو کر اپنے ہم خیال یہود کے جانشین کاتبوں سے بہار شریعت میں تحریف کروا دیا۔ تاکہ اپنی شکست کا بدلہ لیا جاسکے اور اس غیر معیاری اور غیر اسلامی حرکت کے وسیلہ سے اہل سنت کو بدنام کیا جاسکے، العیاذ باللہ۔ مخالفین اہل سنت کی اس غلط حرکت کے متعلق ایک سنی عالم مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب نے بہت سخت رد عمل کا اظہار کیا۔ مفتی صاحب موصوف کے اس کانامہ کے متعلق جناب انوار احمد قادری اپنے "تعارف" میں لکھتے ہیں:-

"فقہ حنفی کی عظیم کتاب بہار شریعت میں جو گمراہ کن تحریف کی مذموم حرکت کی گئی کہ اس کے مثبت مسائل کو منفی اور منفی کو مثبت بنا کر پیش کیا گیا، تو اس کے متعلق صرف آپ (مفتی جلال الدین احمد امجدی۔ ناقل) نے قلم اٹھا کر چند غلطیوں کو بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے ناشر کے خلاف مضمون شائع کیا اور اس کی مطبوعہ بہار شریعت کے بائیکاٹ کرنے کا اعلان فرمایا۔

اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان کے لکھے ہوئے بہار شریعت کے حصوں کی افادیت کو بڑھانے کے لئے کسی نے آج تک اس پر کچھ کام نہ کیا۔ صرف فقیہ ملت (مفتی جلال الدین امجدی۔ ناقل) قبلہ نے حصہ سوم پر تعلیق اور حوالے کی کتابوں کا جلد و صفحہ ۱۴۰۱ھ میں تحریر فرمایا اور اسی وقت اس کی کتابت بھی ہوگئی مگر نہ معلوم کس مصلحت سے دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی نے اسے خود چھپوایا اور نہ کسی دوسرے کو چھاپنے کے لئے دیا۔"[1]

ہندوستان میں شائع ہونے والے بہار شریعت کے تمام نسخوں میں سب سے زیادہ معیاری اور اغلاط سے پاک وہ نسخہ ہے جسے خود صاحب بہار شریعت نے اپنے زیر اہتمام رفاہ عام پریس آگرہ سے شائع کرایا تھا۔ میں نے اس مطبع کی دو جلدوں (۱۰ تا ۱۲ اور ۱۴ تا ۱۶) کی زیارت

۱۔ بزرگوں کے عقیدے۔ از جلال الدین مفتی۔ اشاعت اول ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء۔ ناشر کتب خانہ امجدیہ بستی۔ ہند۔ ص ۱۲

کی ہے۔ جو حضرت مولانا مفتی اشرف رضا قادری صاحب ۔ حال مقیم بمبئی " کے پاس موجود ہیں۔ کتابت و طباعت نہایت معیاری اور صاف ستھری ہے۔ صفحہ اول پہ رجسٹرڈ نمبر ۱۸۹۶ کے علاوہ "کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں" کا جملہ بھی لکھا ہوا ہے۔ وصول یابی کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ کے لئے ہدایت دی گی ہے۔

۱۔ سید ایوب علی مہتمم رضوی کتب خانہ محلہ بہاری پور بریلی یو۔پی۔
۲۔ حکیم مولوی شمس الہدیٰ قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ یو۔پی۔

بہار شریعت کے اسی نسخہ کی طباعت فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی، نے چار جلدوں میں کیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جلد اول	۱	تا	۵	جز
جلد دوم	۶	تا	۱۰	جز
جلد سوم	۱۱	تا	۱۵	جز
جلد چہارم	۱۶	تا	۲۰	جز

یہ نسخہ دیگر نسخوں سے کافی ٹھیک ہے۔ لیکن اشاعت اول کے مقابلے میں اس کا سائز چھوٹا کردیا گیا ہے۔ جس کے باعث اس کی جاذبیت اور حسن طباعت متاثر ہوئی ہے۔ بہرحال راقم کے نزدیک بہار شریعت کا ایک معیاری نسخہ مع تخریج کے مارکیٹ میں آنا چاہئے۔ بہار شریعت کے متعلق تصویر کے دونوں رخ کو پیش کردیا، تاکہ اس کے متعلقہ حقائق سے قارئین باخبر رہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہار شریعت کے جملہ حصص کا بغائر مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مصنف نے ابواب سے متعلق اس ضمن میں درجنوں احادیث بلکہ بعض بعض ابواب میں تو ایک سو سے زائد احادیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس طرح ہر باب سے متعلق مسائل کے ضمن میں احادیث کا استقصاء کیا جائے تو کئی ہزار احادیث کا یہ نثری مجموعہ ہوگا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے چالیس احادیث کو یاد کیا اور پھیلایا، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ اس ارشاد مبارک کی روشنی میں صاحب بہار شریعت حضور پرنور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے پناہ نوازشات کے مستحق ہیں۔ فالحمد للہ ذالک

بہشتی زیور

ب۔
۱۔ مطبوعہ مطبع مجیدی پیکاپور، کانپور۔ یو۔پی۔ شوال ۱۳۳۹ھ۔۔ جون ۱۹۲۱ء۔ جز ۱۱، جلد ۱
۲۔ مبطوعہ علمی پرنٹنگ پریس شیخ غلام علی برکت علی کشمیری بازار، لاہور، سنہ اشاعت ندارد۔ جز ۱۱، جلد ۱
۳۔ مطبوعہ مدینہ بک ڈپو، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔ مدنی اصلی بہشتی زیور سنہ اشاعت ندارد۔ جز ۱۱، جلد ۱

۱۔ سبب تالیف

بہشتی زیور کے مصنف "حکیم الامت" مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سبب تالیف کے متعلق لکھتے ہیں۔

"حقیر ناچیز اشرف علی تھانوی حنفی مظہر مدعا ہے کہ ایک مدت سے ہندوستان کی عورتوں کے دین کی تباہی کو دیکھ دیکھ کر قلب دکھتا تھا۔ اور اس کے "علاج" کے فکر میں رہتا تھا۔ اور زیادہ وجہ فکر کی یہ تھی کہ یہ تباہی صرف ان کے دین تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ دین سے گذر کر ان کی دنیا تک پہنچ گئی تھی۔ اور ان کی ذات سے گذر کر ان کے بچوں بلکہ بہت سے آثار کے اعتبار سے ان کے شوہروں تک اثر کر گئی تھی، اور جس رفتار سے یہ تباہی بڑھتی جاتی تھی۔ اس کے اندازہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر چندے اصلاح نہ کی جائے تو شاید یہ مرض قریب قریب لاعلاج ہو جائے۔ اس لئے "علاج" کی فکر زیادہ ہوئی۔ اور سبب اس تباہی کا بالقاء الہی اور تجربہ او ردلائل او خود علم ضروری سے محض یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کا علوم دینیہ سے ناواقف ہونا ہے۔"[۱]

مزید لکھتے ہیں:۔

"مدت دراز سے اس خیال میں تھا کہ عورتوں کو اہتمام کر کے علم دین، گو اردو ہی میں کیوں نہ ہو ضرور سکھلایا جائے۔ اس ضرورت سے موجودہ اردو کے رسالے اور کتابیں دیکھی گئیں تو اس ضرورت کے رفع کرنے کے لئے کافی نہیں پائی گئیں۔ بعض کتابیں تو محض نامعتبر اور غلط پائی گئیں۔ بعض کتابیں جو معتبر تھیں، ان کی عبارت ایسی سلیس نہ تھی جو عورتوں کے فہم کے لائق ہو۔ پھر ان میں وہ مضامین مخلوط تھے جن کا تعلق عورتوں سے کچھ بھی نہیں۔ بعض

۱۔ مدنی اصلی عکسی بہشتی زیور۔ اشرفعلی مولوی۔ سنہ اشاعت ندارد۔ ناشر مدینہ بک ڈپو، جامع مسجد، دہلی۔ ص ۲

کتابیں عورتوں کے لئے پائی گئیں مگر وہ اس قدر تنگ اور کم تھیں کہ ضروری مسائل اور احکام کی تعلیم میں کافی نہیں۔ اس لئے یہ تجویز کی ایک کتاب خاص ان کے لئے بنائی جائے۔ جس کی عبارت بہت ہی سلیس ہو۔ جمیع ضروریات دین کو حاوی ہو۔ اور وہ احکام جو صرف مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان کو اس میں نہ لیا جائے۔ اور ایسی کافی و وافی ہو کہ صرف اسکا پڑھ لینا ضروریات دین اور روزمرہ میں اور کتابوں سے مستغنی کردے۔" [1]

"کتاب بنائی جائے" یہ جملہ قابل غور ہے جو ادبی لطافت اور ذوق سلیم سے گرا ہوا محسوس ہوتا ہے ایسا لگتا ہے کہ حکیم الامت صاحب کوئی معجون مرکب بنا رہے تھے اس لئے کہ "بنائی جانے" کی اصطلاح، فن طب میں مستعمل ہے مگر تصنیف و تالیف کی اصطلاح میں بالکل غیر مانوس ہے۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا حوالے میں خط کشیدہ جملوں پر غور کریں اور "حکیم الامت" صاحب کے مبلغ علم کا اندازہ کریں کہ موصوف کو دینی علوم میں کتنی دسترس حاصل ہے کہ جناب نے لکھا ہے "یہ تباہی صرف ان کے دین تک محدود نہ تھی بلکہ دین سے گزر کر دنیا تک پہنچ گئی تھی۔" کیا ایک مومن کے لئے دین مقدم ہے یا دنیا؟

ع آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

۲۔ حصص کی تفصیل

بہشتی زیور حصہ اول تا ۱۱ تک کی ترتیب میں کوئی خاص فقہی منہج اور ابواب کی ترتیب کا عموما خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ بلکہ اکثر ابواب میں ایک ہی عنوان کے بیانات مل جائیں گے۔ اس لئے بخوف طوالت میں تمام عنوانات تحریر نہیں کر رہا ہوں۔ ورنہ ضخامت بڑھ جائے گی۔ تفصیلی معلومات کے لئے ہر حصہ کی فہرست ملاحظہ کریں۔ اندازہ ہو جائے گا کہ کسی بھی جز کو کسی فقہی عنوان سے منسوب نہیں کیا گیا۔ لہذا تمام حصص کی فہرست کو تحریر میں لانا ایک تکلیف دہ مرحلہ ہے۔

۳۔ مصنف بہشتی زیور کے معاونین

بہشتی زیور کے مطالعہ سے بھی یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اس کتاب کی تکمیل میں حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے علاوہ دیگر اور معاونین کی فکری و تحریری

۱۔ایضاً۔ص۔ ۴

کاوشیں بھی شامل حال ہیں۔ محشی بہشتی گوہر لکھتے ہیں:۔

الف۔ "از جانب محشی بہشتی گوہر" التماس ہے کہ یہ مضمون جو بعنوان ضمیمہ ثانیہ درج کیا جاتا ہے حضرت مولانا اشرف علی کا تحریر فرمودہ ہے۔ جس میں والدین کے حقوق کی تحقیق و تفصیل کی گئی۔ ہر چند کہ بہشتی زیور میں بضمن حقوق والدین کا بھی اجمالی تذکرہ آچکا ہے۔ لیکن چونکہ وہ مشترک تھا عورتوں اور مردوں کے درمیان، اور اس موجودہ مضمون کا تعلق زیادہ مردوں سے ہے۔ اس لئے بہشتی گوہر میں اس کا ملحق کرنا مناسب معلوم ہوا۔ پس اس کو حصہ پنجم بہشتی زیور کا تتمہ سمجھنا چاہیئے" [۱]

ایک صاحب اور لکھتے ہیں:۔

ب۔ "نوٹ:۔ مسائل چونکہ یہ صورتیں نماز میں اکثر پیش آتی ہیں۔ اس لئے حضرت مولانا اقدس سرہ سے استفتاء کیا گیا۔ مولانا نے جواب میں تحریر فرما کر حکم فرمایا کہ ان مسائل کو اسی طرح بطور سوال و جواب بہشتی گوہر کے آخر میں داخل کر دو۔ لہذا حسب الحکم حضرت مولانا قدس سرہ اس مقام پر مسائل داخل کئے گئے۔ اس سے پہلے جن لوگوں نے اس کتاب کو طبع کرایا ہے۔ اس میں یہ مسائل نہ ملیں گے۔ لہذا خرید ناقص رہے گی۔" [۲]

محمد مصطفےٰ بجنوری ثم میرٹھی صاحب لکھتے ہیں۔

ج۔ اس مرتبہ نظر ثانی میں بعض نسخے اضافہ کئے ہیں۔ جن کو ان کے موقوں پر صفحہ کے نیچے بطور حاشیہ لکھا جاتا ہے تاکہ جن کے پاس پہلا طبع شدہ یہ حصہ موجود ہو وہ بھی ان نسخوں کو اس میں نقل کر سکیں۔" [۳]

حصہ پنجم کے آخر میں مرقوم ہے۔

د۔ "اضافہ از جناب مولوی محمد رشید احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔" [۴]

محشی نے اضافہ کی تشریح ان لفظوں میں کیا ہے۔

ھ۔ "اضافہ اس کو کہتے ہیں جو بعد میں بڑھا دیا جائے۔" [۵]

۱۔ ایضاً۔ منسوب بہشتی گوہر ۸۰۰ ۔ ۷۹۹ حصہ ۱۱ ۔ ۲۔ ایضاً۔ ص۔ ۸۰۴ ۔ حصہ ۱۱ ۔ ۳۔ ایضاً۔ ص۔ ۵۱۹ ۔ حصہ ۹ ۔ ۴۔ ایضاً۔ ص۔ ۳۲۰ ۔ حصہ ۵ ۔ ۵۔ ایضاً۔ ص۔ ۳۲۰ حصہ ۵

تھانوی صاحب خود لکھتے ہیں

و۔ " مولوی احمد علی صاحب جن کا ذکر پہلے حصہ کے شروع میں ہے۔ یہاں تک کے مضمون کو ترتیب دے چکے تھے۔ اور کچھ متفرق کاغذات لکھ چکے تھے کہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ کو شہر قنوج میں اپنی سسرال میں انتقال کر گئے "۔ [۱]

۴۔ بہشتی زیور کے کل صفحات

پیش نظر اس وقت مختلف نسخوں میں سب سے جدید نسخہ مدینہ بک ڈپو اردو بازار دہلی کا ہے۔ جس کے سرورق پر لکھا ہے "مدنی اصلی عکسی بہشتی زیور" اس کے کل صفحات آٹھ سو چار (۸۰۴) ہیں۔

۵۔ بہشتی زیور کی چند خصوصیات

۱۔ مخصوص بالنساء۔۔ سب تالیف کے اعتبار سے۔ بقول مولف

۲۔ حسن ترتیب کا فقدان۔۔ ابواب و فہرست کے مطابق

۳۔ متعلقہ ابواب سے آیات و احادیث کا اکثر عدم التزام

۴۔ تکفیر مسلم کا اہتمام

۵۔ غلط مسائل کی کثرت

۶۔ تصدیقات علماء و اکابر سے محروم

۷۔ ازالہ شبہات سے عدم التفات

۸۔ متروک الفاظ کا کثرت سے استعمال

۹۔ عشق رسالت سے یکسر خالی عبارتیں

۱۰۔ مراجع کی اکثر و بیشتر عدم نشاندہی

۱۱۔ فحاشیات کی کثرت

۱۲۔ حذف و اضافہ

۶۔ چند مثالیں

۱۔ مخصوص بالنساء:۔ جیسا کہ مصنف نے سبب تالیف میں خود اس کا ذکر کیا ہے اور بازار میں دستیاب نسخوں کے تمام حصوں کے صفحہ اول پہ "یہ عبارت" بھی آپ تحریر شدہ پائیں گے

۱۔ ایضاً۔ ص۔ ۲۹۵۔ حصہ۔ ۵۔ ۔۔ نوٹ:۔ کتب خانہ اشاعت اسلام، دہلی سے بھی بہشتی زیور کی اشاعت ہوئی ہے۔ نظر ثانی کے وقت بار پنجم، ۱۹۸۶ء۔ کا ایک نسخہ میرے پیش نظر ہے۔ جو ایک کرم فرما کی عنایت سے ملا ہے۔ اس میں کچھ مسائل کی تخریج بھی ہے۔۔ چشتی

اس کے مجموعہ حصص میں مستورات کی تمام ضروریات عقائد و مسائل اخلاق و آداب معاشرت و تربیت اولاد وغیرہ مذکور ہیں۔"[1]

بہشتی زیور سے ماخوذ فہرست کی تفصیل دیکھیں

۲۔ حسنِ ترتیب کا فقدان:- گزشتہ صفحات میں جس کا ذکر گذر چکا ہے اندازہ ہو جائے گا۔ بطور مثال وضو کا بیان حصہ اول میں بھی ہے اور حصہ ہفتم میں بھی۔ قرآن مجید پڑھنے کا بیان حصہ دوم میں بھی ہے اور حصہ پنجم میں بھی۔ اس کے علاوہ اور بھی کثیر تعداد میں شواہد ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ تالیف کے وقت حسن ترتیب کا کوئی خاص اہتمام نہیں رکھا گیا تھا۔

۳۔ عدم التزام آیات و احادیث:- بہشتی زیور کے مطالعہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ عنوانات کی تفصیل بیان کرتے وقت اکثر آیات قرآنی اور احادیث رسول کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اور نہ انھیں متعلقہ فقہی ابواب کے تحت لکھنا مناسب جانا گیا ہے۔ اس کے برعکس صاحب بہار شریعت نے متعلقہ ابواب سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث رسول سے بھرپور استدلال اور استفادہ کیا ہے۔

۴۔ تکفیر مسلم کا اہتمام:- "حکیم الامت" مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی تصنیف لطیف بہشتی زیور کی بہت ساری خوبیوں میں سے ایک خوبی اس کتاب کی تکفیر مسلم کا اہتمام بھی ہے۔ تھانوی صاحب نے اپنی کتاب میں ایک عنوان باندھا ہے "کفر اور شرک کی باتوں کا بیان۔" اس عنوان کے ضمن میں حکیم الامت صاحب نے "علی بخش" "حسین بخش" "عبدالنبی" وغیرہ ناموں کو بھی شمار کیا ہے[2] موصوف کے نزدیک یہ اسماء گرامی کفر و شرک کے حامل ہیں۔ اب آپ غور فرمائیں کہ "علی بخش" "حسین بخش" اور "عبدالنبی" نامی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اشخاص اپنے ان مذکورہ بالا ناموں کی وجہ سے تھانوی صاحب کے لکھنے کے مطابق کافر اور مشرک ہیں یعنی ان ناموں کے حامل افراد زندگی بھر عقائد اسلام پر گامزن رہیں اور حتی المقدور عمل صالح اور فرائض واجبات کی ادائیگی کریں لیکن تھانوی صاحب کے نزدیک وہ تمام افراد کافر اور مشرک ہی رہیں گے، کیونکہ یہ نام بقول تھانوی صاحب حکیم الامت کے کفریہ و شرکیہ ہیں۔ لہٰذا ان ناموں کے حامل افراد کافر و مشرک ہوئے۔

۱۔ ایضاً۔ سرورق۔ ص ۱ تا ۱۱ ـــ ۲۔ ایضاً۔ ص۔ ۲۵۔ حصہ ۱

استغفراللہ تھانوی صاحب نے اپنے نوک قلم کی ایک جنبش اور روشنائی کی ایک بوند کی وساطت سے لاکھوں اور کروڑں مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج فرما کر انہیں کافرو مشرک بنا کر ابدی عذاب جہنم کا مستحق بنادیا۔ اب اس سے بڑھ کر تکفیر مسلم کے اہتمام کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟؟؟

لیکن اس تحریر کا سب سے دلچسپ پہلو تو یہ ہے کہ تلفیر سلم کے اس شوق میں حکیم الامت صاحب اپنے اکابر کے اباء واجداد کے ایمان پر بھی ہاتھ صاف کر گئے۔ مثال کے طور پر دیوبندی "قطب عالم" اور "امام ربانی" مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے نسب کے سلسلے میں مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے یوں لکھا ہے۔

ا۔ الف۔ "مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش"۔۔۔الخ [1]

ب۔ "مولانا رشید احمد صاحب بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش"۔۔۔الخ [2]

حکیم الامت صاحب کے ایک اور اکابر اور دیوبندی جماعت کے سر خیل قاسم العلوم والخیرات مولانا قاسم نانوتوی صاحب کا سلسلۂ نسب بھی ملاحظہ کر لیں۔ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں۔

"محمد قاسم" بن اسد علی" بن" غلام شاہ" بن" محمد بخش"۔ [3]

تھانوی صاحب کی اس تحریر سے قاسم العلوم کے "داد جان" اور امام ربانی کے "نانا اور دادا جان" دونوں اپنے ناموں کے اعتبار سے "کافر و مشرک" ہیں۔ لیکن سوانح نگاروں نے اپنی تالیفات میں اس بات کی نشاندہی نہیں کی ہے کہ ان بزرگوں کے اباء واجداد، ان کفریہ و شرکیہ ناموں سے اظہار برات فرما کر کب دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے اور نئے سرے سے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا دوسرا نیا اسلامی نام کیا رکھا گیا؟

۲۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ "عبدالنبی" نامی بہت سے افراد حکیم الامت صاحب کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ جو نہ صرف علوم ظاہری سے بہرور تھے بلکہ جو میدان سلوک و طریقت کے بھی جواں مرد تھے۔ دارا شکوہ نے اپنی کتاب سکینۃ الاولیاء (سنہ آغاز ۱۰۵۲ھ۔۱۶۴۲ء تا سنہ تکمیل ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) میں میر میراں شیخ الشیوخ حضرت میر میاں جیو قادری صاحب لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید کا ذکر میاں صاحب کے خلیفہ خاص

ا۔ تذکرۃ الرشید۔ عاشق الٰہی۔ مولوی۔ اشاعت۔ ۱۹۷۷۔ ناشر۔ مکتبہ الشیخ۔ سہارن پور۔ ص۔ ۱۳۔ جلد۔ ا۔ ۲۔ ایضاً

۳۔ سوانح قاسمی۔ مناظر احسن۔ مولوی۔ سنہ۔ ندارد۔ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس۔ ناشر۔ دارلعلوم۔ دیوبند۔ ص۔ ۱۱۳

حضرت مولانا مبارک شاہ المعروف ملا شاہ بدخشی علیہ الرحمۃ کہ زبانی ان لفظوں میں کیا ہے

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:-

"ملا عبدالنبی کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ اس شہر کے فضلا میں سے ہیں۔ انھوں نے باطن کو آراستہ کرلیا ہے۔ ان کا وقت ہمیشہ خوشی سے گزرتا ہے۔ جہاں ہم سیر کو جاتے ہیں اکثر ہمارے ہمراہ یہ بھی ہوتے ہیں"۔ [۱]

یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت ملا عبدالنبی علیہ الرحمۃ سیدی حضرت میاں میر جیو قادری علیہ الرحمۃ کے خدام خاص میں شامل تھے [۲]۔ ملاحظہ کریں کہ تھانوی صاحب نے نہ صرف اپنے عہد کے لوگوں کو نام کے اعتبار سے کافر و مشرک گردانا ہے بلکہ اپنے عہد سے تین، چار سو سال قبل کے بزرگوں کو بھی کافر و مشرک بنا کر جہنم کے حوالے کرنے کی سعی لاحاصل کی، تکفیر مسلم کا اہتمام اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے؟ فاعتبرو یا اولی الابصار

اس ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ تھانوی صاحب نے ان ناموں کو کفر و شرک کے باب میں کیوں رکھا؟ جواب میں ان کے متبعین حضرات کا کہنا ہے کہ چونکہ تھانوی صاحب "حکیم الامت" اور اس صدی کے "مجدد" تھے لہذا انھوں نے شریعت کی پاسداری اور خالصتاً "جذبہ توحید" سے متاثر ہو کر ان ناموں کو کفریہ و شرکیہ بتایا ہے۔ ورنہ انھیں کسی سے خدا واسطے کا بیر نہیں تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت کی پاسداری ہر مومن کا پیدائشی حق ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ شریعت کی پاسداری کے نام پر اپنی طرف سے خود ساختہ شریعت کی حدود متعین کئے جائیں۔ یہ تو "تحفظ شریعت" ہی نہیں بلکہ "تخریب شریعت" ہے۔ سرکار خاتم الانبیا حضرت شارع علیہ السلام کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود غیر اسلامی اور غلط ناموں کو تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ جس پر کتب سیر و تواریخ شاہد و عادل ہیں۔ صاحب کتاب الشفاء حضرت علامہ امام قاضی عیاض مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب کے فصل ۲۲ باب چہارم میں اس کا ذکر "قلب اعیان" (یعنی چیزوں کے حقیقت کا بدل جانا) کے عنوان سے کیا ہے [۳]۔ علاوہ ازیں کتب حدیث و تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر ہمیشہ باسانی دستیاب ہو جاتا ہے تقریباً تمام

۱۔ سکینۃ الاولیا۔ مترجم۔ مقبول بیگ۔ پروفیسر۔ سنہ اشاعت ندارد۔ ناشر۔ ناز پبلی شنگ ہاوس۔ دہلی۔ ہند۔ ص۔ ۲۱۰۔
۲۔ ایضا۔ ص۔ ۲۸۵ ـــ ۳۔ کتاب الشفاء۔ مترجم۔ عبدالحکیم اختر۔ علامہ۔ بار اول۔ ۱۹۹۴ء۔ ناشر۔ مفتی اعظم اکیڈمی۔ دہلی۔

محدثین و مورخین نے اس بات کا ذکر کیا ہے۔ جس سے علوم اسلامیہ سے دلچسپی رکھنے والا ہر فرد آگاہ ہے۔ امام عبدالرحمٰن جوزی اپنی تصنیف الوفا باحوال المصطفیٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "برے نام" اپنے اور حسین ناموں سے بتدیل فرما دیتے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عاصیہ کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔[1]

مشکوٰۃ شریف کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بھتیجے کا نام عبدالمطلب تھا جن کو شرف صحابیت بھی حاصل ہے جن سے امام مسلم علیہ الرحمۃ نے کچھ احادیث شریف بھی روایت کی ہے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہیں۔ ملاحظہ کریں ایک حدیث کے الفاظ:۔

"وعن عبدالمطلب بن ربيعة ان العباس دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم مغضبا وانا عنده فقال ما اغضبك، قال يا رسول الله مالنا ولقريش اذا تلاقوا بينهم تلاقوا بوجوه مبشرة، واذا لقونا لقونا بغير ذالك فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى احمر وجهه، ثم قال والذي نفسي بيده لايدخل قلب رجل الايمان حتى يحبكم لله ولرسوله، ثم قال ايها الناس من اذى عمي فقد آذاني فانما عمة الرجل سنو ابيه رواه الترمذي وفي المصابيح عن المطلب"۔[2]

مشکوٰۃ شریف کی ایک اور حدیث ملاحظہ کریں:۔

"عن عبدالمطلب بن ربيعه قال قال رسول الله تعالى صلى الله عليه و آله و سلم ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد صلى الله عليه و سلم، رواه مسلم و مشكوة"۔[3]

محشی مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت میں عبدالمطلب بن ربیع کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اعلم ان ربيعة بن الحارث ابن عم رسول الله صلى الله

۱۔ الوفا۔ مترجم۔ محمد اشرف سیالوی۔ علامہ۔ بار اول۔ فروری ۱۹۸۳ء۔ ناشر۔ اعتقاد پبلی شنگ ہاوس۔ دہلی۔ ص۔ ۵۱۳۔
۲۔ مشکوٰۃ۔ شیخ ولی الدین۔ محدث۔ سنہ اشاعت ندارد۔ ناشر مکتبہ تھانویہ۔ دیوبند۔ ص۔ ۵۷۰۔ ۳۔ ایضاً۔ ص۔ ۱۶۱

علیہ و سلم و الحارث عمہ و ربیعہ لہ صحبۃ ولہ ابن یقال،
یقال لہ المطلب بن ربیعہ و یقال عبد المطلب بن ربیعہ و
ھو الاکثر ولہ ایضا صحبۃ" [۱]

پتہ چلا کہ حضرت عبدالمطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، بارگاہ رسالت کے حاضر باش صحابہ کے زمرے میں شامل ہیں۔ محدثین اسی نام سے آپ سے روایات نقل فرماتے ہیں۔ اگر واقعی یہ نام یا "عبد" کی نسبت خالصتاً کفریہ اور حقیقتاً شرکیہ ہوتا تو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ محدثین حضرات اپنے سلسلہ سند روایات کو کبھی بھی کسی کافر و مشرک کے ذکر سے داغدار نہیں کرتے۔ اور نہ خاتم رسالت ماحیٔ شرک و کفر و بدعت حضرت رسالت مآب علیہ السلام اس نام کو باقی رکھتے۔ خود پیغمبر آخر الزماں سید انس و جاں جان عالم رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے دادا جان کا ذکر عبدالمطلب ہی کے نام سے کیا ہے۔ جبکہ آپ کا اصلی نام یہ نہ تھا غزوہ حنین میں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جوہر شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر و شرک کے حاملین اہل باطل کے سامنے بڑے فخر سے "رجز" کا یہ شعر پڑھا تھا۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب [۲]

اگر "عبد" کی نسبت "مطلب" کی جانب شرک ہوتا تو رسول پاک صلی علیہ و سلم کبھی بھی اس شرک زدہ نام پہ فخر نہ فرماتے بلکہ اپنی عادت طیبہ اور فطرت سلیمہ کی بنیاد پر اس نام کو بدل دیتے اس لئے کہ توحید خالص کا عظیم مبلغ تمام عالم میں آپ سے بڑھ کر اور کون ہے؟ اگر "عبد" کی نسبت علم رسالت میں "مطلب" کی طرف جائز ہے (جوکہ غیر اللہ ہے) تو پھر شریعت اسلامیہ میں نبی کے طرف بھی عبد کی نسبت بدرجہ اولی جائز ہے کیونکہ خود خالق کائنات نے اپنے بندوں کو نبی کا بندہ کہا ہے۔ ارشاد باری ہے کہ

"قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" آپ کہدیجئے کہ اے میرے بندوں جنھوں نے کفر و شرک کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ (ترجمہ۔ تھانوی) [۳]

حیرت کی بات ہے کہ "حکیم الامت" کے بھاری بھرکم لقب سے یاد کئے جانے والے مولانا تھانوی کو کتب تاریخ و سیر پر بالکل نظر نہیں پڑی۔ (یا جان بوجھ کر چشم پوشی کی) ورنہ

۱۔ ایضاً۔ ص ۵۷۰۔۔۔ ۲۔ تاریخ اسلام۔ اکبر شاہ۔ مورخ۔ سنہ اشاعت ندارد۔ ناشر۔ ناز پبلی شنگ ہاؤس۔ دہلی۔ ص ۱۸۷۔ جلد اول۔۔۔۔۔ ۳۔ القرآن الکریم السورہ۔۔۔۔ الآیۃ۔

موصوف کو صدیوں قبل اسلاف کے یہ نام کتب تاریخ و سیرت کے صفحات پر اپنی آب و تاب کے ساتھ جگمگاتے ہوئے نظر آجاتے۔ ایسے بزرگوں کے نام جو امیر شریعت ہونے کے ساتھ ساتھ شمع شبستان ہدایت بھی تھے اگر تھانوی صاحب انھیں اپنے "اسلاف" میں داخل سمجھتے تو ان مقدس حضرات کی تکفیر نہ کرتے اور نہ ان کے ناموں کو کفر و شرک کے دائرے میں ڈال کر "مجددیت" کے مقام علی پر فائز ہو کر ایک نئے فکر کی بنیاد ڈالتے۔ کاش یہ لوگ اگر "بصیرت" سے کام لیتے تو کبھی بھی اپنی انا پرستی کے زعم فاسد میں پڑ کر احناف کو مختلف گروہوں میں تقسیم در تقسیم کرنے کے مرتکب نہ ہوتے۔

۳۔ علماء دیوبند کا بہشتی زیور کے خلاف عمل:۔ تھانوی صاحب نے کفر و شرک کے باب میں ایک نام "حسین بخش" کو بھی شامل فرما کر شریعت اسلامیہ اور ہندی مسلمانوں پر بڑا "احسان" فرمایا ہے۔ تھانوی صاحب کے نزدیک جو نام کفر و شرک سے ملوث ہے دیگر علماء دیوبند کے لئے وہی نام باعث حصول مالی و دنیاوی منفعت ہے۔ جس سے یہ لوگ ایک طویل عرصے سے "تمتع" حاصل کر رہے ہیں۔ بلطور مثال صرف ایک واقعہ ملاحظہ کریں۔ مہتمم ندوۃ العلماء مولوی ابوالحسن علی ندوی کے والد جناب حکیم عبدالحیٔ صاحب لکھنوی اپنے سفر نامہ "دہلی اور اس کے اطراف" میں لکھتے ہیں:۔

> "مدرسہ حسین بخش۔ یہ مدرسہ جامع (مسجد) بازار میں بختاور خاں کی حویلی کے آگے ہے وہیں سے روشن الدولہ کے کٹرہ ہوتا ہوا سیدھا جامع مسجد کے پاس آنکلا"[۱]

پھر حکیم صاحب ایک دیوبندی عالم مولوی "عبدالعلی" سے ملنے "مدرسہ حسین بخش" میں گئے اور بعد ملاقات تاثرات کو ان لفظوں میں رقم کیا ہے۔

> "**مولوی عبدالعلی صاحب:۔** مدرس اول مولوی "عبدالعلی" صاحب ہیں یہ مسجد کے مشرقی و جنوبی گوشہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ وہیں درس دیتے ہیں۔ ذی الحجہ سنہ حال سے یہاں آتے ہیں۔ پیشتر مراد آباد و سہارن پور میں مدرس تھے۔ مولوی فیض الحسن و مولانا قاسم و مولانا احمد علی صاحب مرحومین کے شاگرد ہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب سے زیادہ تر تلمذ ہے۔ انہی سے ارادت ہے۔ آدمی سادہ خلیق، سنجیدہ، بے تکلف اور سادہ مزاج ہیں"۔[۲]

۱۔۲۔ دہلی اور اس کے اطراف۔ حکیم عبدالحی مولانا۔ اشاعت فروری ۱۹۸۸ء۔ ناشر اردو اکادمی۔ دہلی۔ ص ۵۴

ملحوظ خاطر رہے کہ یہ مدرسہ "حسین بخش" آج بھی قائم و دائم ہے۔ جامع مسجد سے مٹیا محل کی طرف جاتے ہوئے دائیں جانب دہلی بلدیہ عظمی کا، ایک گلی کے سرے پہ بورڈ لگا ہے جس پہ بزبان اردو (علاوہ ہندی کے) جلی حروف میں لکھا ہوا ہے "مدرسہ حسین بخش"۔ تعجب بلائے تعجب یہ ہے کہ آج بھی یہ مدرسہ اپنے نام کے اعتبار سے کفر و شرک کے "اثرات بد" سے ملوث ہونے کے باوجود علمائے دیوبند کے قبضہ میں ہے۔ نہ توان لوگوں نے اس کا نام بدل کر "مشرف بہ اسلام" کیا اور نہ ہی اس کو کسی اور کے قبضہ میں دیکر اپنی اعلان توحید پرستی کی لاج رکھی ہے۔ مالی منفعت اور دنیاوی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے یہ لوگ "اسلامی اخلاق و آداب" کے میعار سے کس قدر نیچے گر سکتے ہیں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اس جماعت کی تاریخ "نقل و حرکت" پہ نظر رکھنے والے حضرات بخوبی ان کے تمام ہتھکنڈوں سے واقف ہیں۔

دیوبندی اکابرین ثلاثہ کے شاگرد رشید مولوی "عبدالعلی" صاحب کے متعلق مفتیان دیوبند اور حامیان فکر بہشتی زیور کا کیا خیال ہے؟ آیا جناب مولوی صاحب بھی مسلمان ہیں یا "عبدالنبی" کے مقابلے میں "عبدالعلی" ہوکر بدرجہ اتم شرک و کفر کی کھائی میں جاگرے ہیں۔ حصول منفعت سے "قطع نظر شرک و بدعت کے یہ فتاوئے کیا عوام اہل سنت کے لئے ہیں یا فکری اور اعتقادی اعتبار سے اپنے لئے بھی قابل قبول اور باعث عمل ہیں؟

غ جنوں کا نام خرد پڑ گیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے "حسرت"

۵۔ غلط مسائل کی کثرت:۔

تھانوی صاحب خدا جانے کس عالم میں بہشتی زیور تحریر فرمارہے تھے کہ آپ نے بہت سارے مسائل میں غلطی کی ہے۔ یہاں تک کہ امور خانداری کے مسائل بھی غلط لکھ گئے۔ بہشتی زیور کے محشی جناب محمد تقی صاحب لکھتے ہیں:۔

۱۔ "اطلاع:۔ مچھلی کا کانٹا گلانے کی ترکیب جو خاتمہ کے قریب درج ہے غلط ثابت ہوئی۔ اس کی جگہ دوسری ترکیب جو بالکل صحیح ہے درج کی گئی ہے۔" [۱]

۱۔ بہشتی زیور۔ اشرف علی۔ مولوی۔ ص۔ ۵۱۹۔ حصہ۔ ۹۔

۲۔ "چھوٹی لڑکی سے اگر کسی مرد نے صحبت کی جو ابھی جوان نہیں ہوئی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن عادت ڈالنے کے لئے اس سے غسل کرانا چاہیے" [۱]

۳۔ "ہاتھ میں نجس کوئی چیز لگی تھی اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا مگر چاٹنا منع ہے۔" [۲]

ملاحظہ کیجیئے تھانوی صاحب کا ذوق سلیم اور نظریہ نظافت، حالانکہ اسلام جیسے مہذب دین میں چاٹنا تو چاٹنا اس طرح کے غیر مہذب تحریر کو لکھنا منع ہے لیکن حکیم الامت صاحب نہ جانے کس جذبہ کے تحت لکھ گئے۔ ع

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

۴۔ "کسی نے اپنی بی بی سمجھ کر غلطی سے کسی غیر عورت سے "صحبت" کر لی تو اس کو بھی مہر مثل دینا پڑے گا۔ اور اس صحبت کو "زنا" نہ کہیں گے نہ کچھ گناہ ہوگا۔ بلکہ اگر پیٹ رہے گا تو اس لڑکے کا نسب بھی ٹھیک ہے اس کے نسب میں کچھ دھبہ نہیں ہے۔ اور اسے حرامی کہنا درست نہیں۔" [۳]

مسئلہ میں "غیر عورت" کا ذکر ہے جس میں بہت ابہام ہے اس میں ساس، سالی، بیٹی اور دیگر محرمات بھی شامل ہیں۔ لہذا یہاں خلاصہ ہونا چاہیے تھا کہ کس طرح کی "غیر عورت" سے اگر کوئی "مرد" غلطی کر بیٹھے تو بہشتی زیور کے اس مسئلہ کا اطلاق ہوگا۔ ورنہ دشمنان اسلام "اس طرح کے غیر واضح مسائل کو "دین فطرت" کے خلاف استعمال کر کے اسلام کی تضحیک کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑیں گے۔ کیونکہ یہ "خام مال" ان دشمنان اسلام کو انہیں مولوی نما لوگوں کی تحریروں میں ملے گا۔

اس طرح کے اور بھی بہت سارے مسائل ہیں جن کی ایک طویل فہرست ہے میں نے نہایت اختصار کے ساتھ چند مثالیں پیش کر دی ہیں۔ جماعت اہل سنت کے مشہور و معروف عالم جناب مولانا حشمت علی صاحب بریلوی نے "اصلاح بہشتی زیور" کے نام سے کئی

۱۔ ایضاً۔ بہشتی زیور۔ اشرف علی۔ مولوی۔ بار پنجم۔ ۱۹۸۶ء۔ ناشر۔ اشاعت الاسلام۔ دہلی۔ ص۔ ۵۶۔ حصہ۔ ۱
۲۔ ایضاً۔ " " ۔ ص۔ ۶۱۔ حصہ ۲ — ۳۔ ایضاً۔ " " " ص۔ ۲۰۵۔ حصہ ۴

جلدوں میں نقد و جرح پہ مشتمل ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کی دو جلدیں اس وقت میرے پیش نظر ہیں۔ جس میں بہشتی زیور کے چار جلدوں کے مسائل کی اصلاح کی گئی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جلد اول۔ اصلاح مسائل ۴۳۔ بہشتی زیور حصہ اول [1]

جلد دوم۔ " " " ۲۷۔ " " " " دوم

" " " ۲۰۔ " " " " سوم

" " " ۱۴۔ " " " " چہارم [2]

ضروری گذارش کے تحت مولانا حشمت علی صاحب بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:۔

۱۔ اس کتاب میں بہشتی زیور کے صرف ان مسائل کی اصلاح کی گئی ہے جو خلاف مذہب اہل سنت یا خلاف تحقیق فقہائے ملت یا اپنی اطلاق کے باعث حکم شرع کو بدلنے والے تھے۔

۲۔ بہشتی زیور میں جو مسائل مجھے قابل اصلاح نظر آئے، انھیں کی میں نے اصلاح کی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض مسائل میری نظر سے رہ گئے ہوں۔ وہ جن صاحب کو نظر آئیں اصلاح فرمائیں یا مجھے مطلع کریں۔ یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں نے انھیں عمداً چھوڑ دیا ہے [3]

۷۔ حرام کی غلط تعریف:۔

اسلام میں "حرام" ایک دینی اصطلاح ہے جس کی فقہی تعریف تھانوی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے (جدید اشاعت میں یہ عبارت بلا کسی اطلاع اور اظہار معذرت کے بدل دی گئی ہے۔ تصدیق قلب کے لئے عکس ملاحظہ کریں)۔

"حرام" وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کا "بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔" [4]

تھانوی صاحب کے کہنے کے مطابق ایک مسلمان کو حرام پر گامزن رہنا چاہئے اور بلاوجہ اس کو نہیں چھوڑنا چاہئے ورنہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہوگا۔ تھانوی صاحب نے "حرام" کی جو

۱۔ اصلاح بہشتی زیور۔ حشمت علی بریلوی۔ مولانا۔ سنہ ندارد۔ مطبوعہ الفقہ پریس۔ امرتسر۔ ص۔ ۱۱۰۔ جلد۔ ۱۔

۲۔ ایضا۔ ص۔ ۵۲۔ ۸۱۔ ۱۰۴۔ جلد۔ ۲ ۔ ۳۔ ایضا۔ سرورق۔ جلد۔ ۱

۴۔ بہشتی گوہر۔ اشرف علی۔ مولوی۔ اشاعت۔ شوال ۱۳۳۹ / جولائی ۱۹۲۱ مطبع مجیدی کانپور۔ ناشر۔ محمد سعید۔ تاجر کتب۔ کلکتہ۔ ص۔ ۴۔ حصہ ۱۱

فقہی تعریف فرمائی ہے اس کا شرعی تعاقب شہر سورت صوبہ گجرات کے ایک سنی دانشور جناب غلام حسن صاحب برکاتی قادری نے ان لفظوں میں کیا ہے لکھتے ہیں:۔

"قبلۂ دیوبندیہ و کعبۂ وہابیہ و حکیم امت نجدیہ جناب مولوی اشرف علی صاحب دام بالمناقب السلام علی من اتبع الھدی۔ آپ اپنی بہشتی زیور کے گیارہویں حصہ بہشتی گوہر مطبوعہ ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ صفحہ تین (۳) پر تحریر فرماتے ہیں۔ "حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور اس کا بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔

اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہی ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی شخص حرام کاری نہ کرے وہ فاسق و عذاب کا مستحق اور جہنمی ہے۔ بہت اچھا حضور تھانوی صاحب بالقابہ۔ اب ہم غرباء اہل سنت آپ سے آپ کی خدمت میں ایک سوال کرنا چاہتے ہیں۔ اور آپ سے امید ہے کہ آپ ہمیں جواب دیکر ممنون فرمائیں گے۔

تھانوی جی آپ کے بہشتی گوہر نے تو حرام کے بے عذر چھوڑنے والے کو فاسق اور عذاب کا مستحق بتا کر ہمارے تمام صلحا۔ زہاد عباد و علماء اولیاء ائمہ و صحابہ بلکہ تمام انبیاء و مرسلین بلکہ خود سیدالانبیاء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین کو جو سب کے سب حرام کے قطعاً پاس نہیں جاتے۔ اس کے بے عذر چھوڑنے کو نہیں، بلکہ نہ چھوڑنے۔ اس کے کرنے کو سخت اشد موجب غضب جبار اور سبب استحقاق عذاب نار جانتے۔ مانتے۔ بتاتے تھے بغیر کسی ہیر پھیر کے نہایت وضاحت و صراحت سے معاذاللہ فاسق جہنمی بناڈالا۔

کیا اپنے اس فتوے کی حقیقت کھولنے کے لئے آپ ہم غرباء اہل سنت کو خود آپ ہی اس قدر دریافت کرنے کی اجازت دیں گے کہ آیا آپ کے باوا جان اور آپ کی والدہ صاحبہ دونوں حرام کار تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو فرمایئے آپ کے فتوے سے وہ دونوں فاسق جہنمی ہوئے یا نہیں [1]

---

[1] دیوبندیت کا پاکیزہ فوٹوگراف حاجی غلام حسن۔ ادیب۔ بار اول ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء مطبوعہ حسنی پریس۔ ناشر۔ سوداگران۔ بریلی۔ ص ۵،۴

محترم غلام حسن صاحب برکاتی کی یہ تحریر آج کل کے ایمان سے عاری نام نہاد ترقی پسند مصنفین و محققین کے نزدیک یقیناً سخت گردانی جائے گی۔ لیکن راقم کے نزدیک برکاتی صاحب کا یہ محاکمہ بروقت برمحل اور مبنی بر حقیقت ہے۔ مگر ؎

سوچ کا آئینہ دھندلا ہو تو پھر وقت کے ساتھ

چاند چہروں کے خد و خال بگڑ جاتے ہیں

تھانوی صاحب بہشتی زیور کے ذریعہ امت مسلمہ کی تضلیل و تکفیر کرنے چلے تھے لیکن قدرت خداوندی سے یہ سارے فتوے خود گھر کے افراد کی طرف پلٹ گئے۔ بعد کے نسخوں میں اس تعریف کو تبدیل کر دیا گیا ہے لیکن محترم غلام حسن صاحب برکاتی کے مطالبہ کے باوجود تھانوی صاحب کو اعلانیہ توبہ کی توفیق نہیں حاصل ہوئی اور نہ تو بہشتی زیور میں تبدیلی کرنے والے کسی محشی نے اس غلطی کا تحریری اعلان کیا ہے۔ ہمارے پاس بحمدہٖ تعالیٰ یہ نسخہ بھی موجود ہے جو لکھتے وقت پیش نظر ہے۔

۸۔ ازالہ شبہات سے عدم التفات

بہشتی زیور کے مسائل کے متعلق بعض حضرات اگر کوئی شبہ پیش کرتے تو تھانوی صاحب اکثر و بیشتر عدم دلچسپی کا اظہار فرماتے جس کی ایک مثال "حرام" کے تعلق سے گذر چکی ہے۔ اب اس کے متعلق خود تھانوی صاحب کی زبانی ایک پرلطف واقعہ ملاحظہ کریں۔ فرماتے ہیں:۔

> "میں دیوبند سے سہارن پور جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ دیوبند ہی میں مجھ کو ایک خط ملا۔ جس میں بہشتی زیور کے اس مسئلہ پر اعتراض وارد تھا کہ مرد مشرق میں اور عورت مغرب میں اور ان کا نکاح ہو جائے اور اس کے بعد بچہ ہو جاوے تو نسب ثابت ہو گا۔ خیر جب میں سہارن پور پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بازاروں میں یہ اعتراض بیان کرتا پھرتا ہے۔ اور مجھ سے ایک دن پہلے مولانا خلیل احمد صاحب کے پاس بھی آیا تھا اور دو گھنٹے مولانا کے خراب کئے پھر بھی نہیں مانا۔ جب میں سہارن پور پہنچا تو وہ صاحب میرے پاس آئے بہشتی زیور بغل میں۔ کہا، میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا فرمایئے۔ اس نے بہشتی زیور کھول کر سامنے رکھ دیا۔ اور کہا اس کو ملاحظہ فرمایئے۔

میں نے کہا۔ اس کو میں نے چھپ نے سے پہلے ملاحظہ کرلیا تھا بعد میں ملاحظہ کی حاجت نہیں۔ کہا! اس مسئلہ کے بابت کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا یہ بتلاؤ کہ مسئلہ نہیں سمجھا، یا اس کی وجہ نہیں سمجھی۔ کہا مسئلہ تو معلوم ہوگیا وجہ نہیں سمجھ میں آئی۔ میں نے کہا آپ کو کچھ مسائل بھی معلوم ہیں؟۔ کہا ہاں، میں نے کہا کیا آپ کو سب کی وجہ معلوم ہے۔ کہا نہیں۔ میں نے کہاں بس اس کو بھی ایسے ہی مسائل کی فہرست میں داخل سمجھ لیجئے۔ اگر وہ کہتا کہ سب کی وجہ معلوم ہے تو میں کہتا کہ میں سننا چاہتا ہوں پھر ایک ایک کو پوچھتا بس وہ بالکل خاموش ہوگیا اب کیا کروں؟"[1]

اس ضمن میں محمد مصطفےٰ بجنوری صاحب لکھتے ہیں:۔

"اطلاع:۔ بعض لوگوں کو کسی نسخہ کے تعلق کچھ پوچھنا ہو تو وہ حضرت مولانا کو لکھتے ہیں ان کو چاہئے کہ احقر سے دریافت کریں اور مولانا کا حرج اوقات نہ کریں پتہ احقر کا یہ ہے میرٹھ محلہ کرم علی مکان نمبر۹ محمد مصطفےٰ"۔[2]

لیکن راقم ابھی تک یہ نہیں جان سکا کہ علمائے اہل سنت کے اعتراضات کا جواب آخر کیوں نہیں دیا گیا۔ اس ضمن میں تھانوی صاحب اور ان کے متبعین سب کے سب نے سکوت کیوں اختیار کیا؟۔ حرام کے اس غلط تعریف کے متعلق کئے گئے اعتراض کے جواب میں سب خاموش کیوں رہے؟ بہشتی زیور کے کچھ مسئلوں پر کئے گئے استفتاء کا مختصر جواب امداد الفتاویٰ جلد اول میں ملتا ہے۔[3] اس عنوان کے تحت میں نے دونوں رخ کو پیش کردیا کیونکہ کسی ایک رخ کو چھپانا اصول تحقیق کے منافی ہے اور یوں بھی ایک مسلمان کے لئے اختلاف کے ساتھ انصاف بھی شرط ہے۔

عشق رسالت سے یکسر خالی عبارتیں

۹ :۔ تھانوی صاحب نے "زیارت مدینہ" کی تعلق سے جو انداز بیان اور اور طرز اسلوب اختیار کیا ہے وہ قطعا ایک عاشق رسول کی شان سے بعید ہے۔ لب ولہجہ کس قدر خشک اور غیر دلچسپ ہے ملاحظہ کریں:۔

" اگر گنجائش ہو تو حج کے بعد یا حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضر ہو کر رسول مقبول

۱۔ کلمۃ الحق۔ مرتبہ عبد الحق۔ مولوی۔ سنہ ندارد مطبع محبوب المطابع۔ دہلی۔ ناشر مکتبہ تالیفات اشرافیہ۔ تھانہ بھون۔ ص۔ ۹۸-۹۷

۲۔ بہشتی زیور۔ مدینہ بک ڈپو۔ ص ۵۱۹۔ حصہ ۹

۳۔ امداد الفتاوی۔ مرتبہ۔ محمد شفیع۔ مفتی۔ مطبع آزاد پریس۔ اشاعت ۱۹۹۴ء۔ ناشر۔ ادارہ تالیفات اولیا دیوبند۔ ص۔ ۷۹ ـ ۳۶

صلی اللہ علیہ و سلم کے روضۂ مبارک اور مسجد نبوی کی زیارت سے برکت حاصل کرے۔ اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری "وفات" کے بعد میری زیارت کی اس کو وہی برکت ملے گی جیسے میری زندگی میں کسی نے میری زیارت کی۔ اور یہ بھی فرمایا ہے "جو شخص خالی حج کرے اور میری زیارت کو نہ آئے اس نے میرے ساتھ بڑی "بے مروتی" کی۔ اور اس "مسجد" کے حق میں آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس میں ایک نماز پڑھے اس کو پچاس ہزار نماز کے برابر ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب کرے اور نیک کام کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔ یارب العالمین "[۱]

تھانوی صاحب نے زیارت مدینہ کو "اگر گنجائش ہو" سے مقید کر دیا ہے یعنی گنجائش نہ ہو تو نہ جاؤ۔ جب کہ ایک مسلمان کو وہاں تک پہنچنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ تھانوی صاحب نے حدیث پاک "**من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی**" کے مذکورہ بالا ترجمہ میں "بے مروتی" کا لفظ استعمال کر کے حدیث کی اصل روح کو مجروح کر دیا ہے۔۔۔ ادبی اعتبار سے "بے مروت ہونا" اور "جفا کرنے" میں ذہنی تاثرات اور قلبی احساسات کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس اعتبار سے یہ ترجمہ نہ تو اپنے اصل روح سے متاثر ہے اور نہ عظمت رسالت کے شایان شان۔

۱۰۔ صاحب بہار شریعت اور عشق رسالت

زیارت مدینہ منورہ کے تعلق سے صدر الشریعہ کا عنوان ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں :-

"حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم"[۲]

صدر الشریعہ نے فضائل مدینہ کے متعلق ۲۱ احادیث پاک رقم کیا ہے۔[۳] حسب عادت زیارت رسول کے متعلق سب سے پہلے قرآن کی آیت سے استدلال کیا ہے۔[۴] پھر دار قطنی بیہقی، طبرانی کے حوالے سے ٦ احادیث نقل فرمائے ہیں[۵] ابن عدی کی روایت سے آپ نے مذکورہ بالا حدیث پاک کا اردو ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی"[۶]

۱۔ بہشتی زیور۔ ص ۷۰، ۱٦۹ حصہ ۳ ۲۔ بہار شریعت۔ ص ۱۷۱۔ جز ٦ ۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً۔ ص ۱۷۲-۱۷۱ ۵۔ ایضاً
٦۔ ایضاً ۱۷۳

زائرین کو آپ نے ان الفاظ میں زیارت کی ترغیب دلائی ہے۔

"بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں۔ راہ میں خطرہ ہے۔ وہاں بیماری ہے۔ یہ ہے۔ وہ ہے۔ خبردار کسی کی نہ سنو۔ اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن ضرور جانی ہے۔ اس سے کیا بہتر کہ ان کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سائیہ میں بآرام لے جاتے ہیں۔ کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا۔

حاضری میں خالص زیارت کی نیت کرو یہاں تک کے امام ابن الہمام فرماتے ہیں اس بار مسجد شریف کی نیت بھی شریک نہ کرے۔ حج اگر "فرض" ہے تو حج کرکے مدینہ طیبہ حاضر ہو۔ ہاں اگر مدینہ طیبہ راستے میں ہو تو بغیر زیارت، حج کو جانا سخت محرومی و قساوت قلبی ہے۔ اور اس کو قبول حج و سعادت دینی و دنیوی کے لئے ذریعہ و وسیلہ قرار دے۔ اور حج نفل ہو تو اختیار ہے کہ پہلے حج سے پاک صاف ہو کر محبوب کے دربار میں حاضر ہو۔ یا سرکار میں پہلے حاضری دے کر حج کی مقبولیت و نورانیت کے لئے وسیلہ کرے۔ غرض جو پہلے اختیار کرے اسے اختیار ہے۔ مگر نیت خیر درکار ہے۔ [۱]

اندازہ کریں کہ ترغیب زیارت پاک اور مؤدب اسلوب و الفاظ کی چاشنی کہاں پائی جارہی ہے۔ ع

جو چاہتے ہیں انھیں روز و شب خیالوں میں
یقین رکھو مدینہ بلائے جاتے ہیں ... چشتی

۱۱۔ فحاشیات

سادہ لوح عوام یقیناً اس عنوان سے چونکیں گے بہشتی زیور جو اپنے سبب تالیف کے اعتبار سے "مخصوص بالنساء" ہے اور جس کے مصنف "حکیم الامت" جیسا شخص ہے اس کا "فحاشیات" سے کیا تعلق۔؟ اور ہاں "مشربی زعم پرستی کی بوالعجبیوں" سے متاثر حضرات بھی احقاق حق کا فریضہ نبھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھیں گے۔ لیکن آیئے آپ بھی دن کے اجالے میں مستند حوالہ جات کی روشنی میں "حکیم الامت" صاحب کے "مجرب حکیمی نسخے" ملاحظہ کریں اور اندازلگائیں کہ ان نسخوں کی جگہ "بہشتی زیور" ہے یا فن طب کی

۱۔ ایضاً۔ ص۔ ۷۳-۱۷۲۔ جز۔ ٦

کتاب ؟؟۔ مرد حضرات کے اعضاء مخصوصہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"طلاء مقوی اعصاب اور عضو میں درازی اور فربہی لانے والا"

"چھونٹے بڑے بڑے سات عدد قبرستان میں سے لائیں ایک ایک کو مار کر فوراً دو تولہ روغن چمیلی خالص میں ڈالتے جائیں پھر شیشی میں کر کے کاگ مضبوط لگا کر ایک دن رات بکری کی مینگنیوں میں دفن کر دیں۔ پھر نکال کر خوب رگڑیں کہ چھونٹے تیل میں حل ہو جائیں پھر نیم گرم ملیں۔ ترکیب ملنے کی یہ ہے کہ پہلے عضو کو ایک موٹے کپڑے سے خوب ملیں جب سرخی پیدا ہو جائے فوراً یہ تیل مل کر چھوڑ دیں۔ پندرہ بیس روز ایسا ہی کریں۔" ؎۱

اس کے علاوہ "ضعف باہ کے لئے چند دواؤں اور غذاؤں کا بیان" کا بھی مطالعہ کریں ایسے ہی ذرا غسل کے متعلق مسائل کے بیان میں بلاوجہ ذہنی تلذذ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اگر شرم و حیا مانع نہ ہوتی تو کچھ اور مثال پیش کرتا۔ لیکن تہذیب و شرافت اس سے آگے اجازت نہیں دیتی۔ میں اس حوالے سے صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ اگر "حکیم الامت" صاحب کو "فن طب" میں طبع آزمائی کا بہت زیادہ شوق تھا اور اپنے "تجربات" سے عوام کو واقف کرانا ہی مقصود تھا تو باقاعدہ ایک الگ تصنیف کا سہارا لیتے۔ کیا ضرورت تھی بہشتی زیور کی صفحات کو سیاہ کرنے کی، جو مخصوص بالنساء ہے اس میں اس طرح کے نسخے درج کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نیاز فتح پوری مدیر نگار لکھنؤ۔ نے بہشتی زیور کو "کوک شاشتر" کا لقب دیا تھا اور عصمت چغتائی جیسی ادیبہ نے اس کو "لحاف" نامی افسانہ سے زیادہ فحش قرار دیا ہے ؎۲
صاحب بہار شریعت بھی حکمت کے پیشے سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے بلکہ کچھ دنوں تک طبابت بھی کی ہے مگر حکیم ہونے کے باوجود صاحب بہار شریعت نے اس طرح کی "حکیمانہ باتوں کو" بہار شریعت میں لکھنے سے احتراز فرمایا ہے۔

صاحب بہار شریعت اور صاحب بہشتی زیور کا ایک مختصر تقابل

پروفیسر مشیر الحق صاحب نے اپنے مقالے میں بہار شریعت اور بہشتی زیور کا ذکر "سنت" و "بدعت" اور "فاتحہ" و "ایصال ثواب" کے تعلق سے کیا تھا۔ اور دونوں مصنفین

۱۔ بہشتی زیور۔ ص۔ ۸۷، ۔حصہ۔ ۱۱۔ ۲۔ "لحاف" عصمت چغتائی۔ ادیبہ ۱۹۹۳ء۔ ناشر۔ سنگ میل پبلی کیشن۔ لاہور بابدو داد مقدمہ
نوٹ:۔ "لحاف" کے مذکور ورق کا عکس اشاعت ثانی میں ملاحظہ کریں۔ کچھ فنی وجوبات کی بنا پر اس بار شامل اشاعت نہیں ہو سکا چشتی

کے نقطہ نظر کے اختلاف پہ اپنے قارئین و سامعین کو خصوصی طور پر متوجہ کیا تھا اس لئے راقم ضروری سمجھتا ہے کہ ہر دو مصنفین کا نقطہ نظر مذکورہ بالا عنوان کے حوالہ سے واضح کردیا جائے اور اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑدیا جائے کہ کس کی فکر روح اسلام سے متاثر اور سلف و صالحین کے عقائد و نظریات نیز معمولات کی روشنی میں سوادا عظم حقیقی اہل سنت و جماعت کی اجتماعیت کے ساتھ ہے۔ اور کون دور استعمار کا پیدا شدہ نومولود فرقہ ہے۔

تقابل سے قبل بہار شریعت اور بہشتی زیور سے " اوامر و نواہی " کا جدول ملاحظہ کریں کیوں کہ ان اصطلاحات سے واقف ہونا ایک مسلمان کے لئے اشد ضروری ہے۔

۱۔ بہار شریعت:۔ صدر الشریعہ ان اصطلاحات شرعیہ کے مطابق ارشاد فرماتے ہیں

"چند ضروری اصطلاحات قابل ذکر ہیں کہ ان سے ہر جگہ کام پڑتا ہے " لے

۲۔ بہشتی زیور:۔ حکیم الامت صاحب اصطلاحات ضروریہ کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"جاننا چاہیئے کہ جو احکام الٰہی بندوں کے افعال و اعمال کے متعلق ہیں ان کی آٹھ (۸) قسمیں ہیں " ۲ے

دونوں کتابوں سے ماخوذ " اصطلاحات ضروریہ " کا تقابلی جدول ملاحظہ کریں۔

اصطلاحات ضروریہ

بہار شریعت کے مطابق

اوامر

۱۔ فرض (اعتقادی / عملی)
۲۔ واجب (اعتقادی / عملی)
۳۔ سنت موکدہ
۴۔ سنت غیر موکدہ
۵۔ مستحب

نواہی

۱۔ حرام قطعی
۲۔ مکروہ تحریمی
۳۔ اساءت
۴۔ مکروہ تنزیہی
۵۔ خلاف اولیٰ

۶۔ مباح ۳ے

بہشتی زیور کے مطابق

اوامر

۱۔ فرض
۲۔ واجب
۳۔ سنت
۴۔ مستحب

نواہی

۱۔ حرام
۲۔ مکروہ تحریمی
۳۔ مکروہ تنزیہی

۵۔ مباح ۴ے

۱۔ بہار شریعت۔ ص ۷۔ جز ۲ ۲۔ بہشتی زیور ص۔ ۶۸ ۔ حصہ ۱۱

۳۔ بہار شریعت۔ ص ۹ ۔ ۷ ۔ جز ۲ ۴۔ بہشتی زیور۔ ص ۶۸ ۔ حصہ ۱۱

فقہائے اسلام کے نزدیک مباح وہ فعل ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے۔ نہ کرنے والے کو گناہ نہیں کرنے والے کو ثواب نہیں۔ لہٰذا یہ امر و نواہی کے درمیان مشترک Comman ہے۔ بہار شریعت سے ماخوذ جدول ملاحظہ کریں تو مباح جو فی الواقع اوامر و نواہی کے درمیان مشترک ہے لیکن امر و نہی کے درمیان توازن بھی ہے یعنی کسی "امر" کے خلاف کرنے والا "فاعل" "نہی" کے کس درجے میں ہے۔ مگر اس کے برعکس تھانوی صاحب نے اصطلاحات کی تعداد صرف آٹھ "(۸)" بتا کر اپنی فقہی معلومات سے ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے۔

عوام کے علاوہ بہت سارے مولوی نما قسم کے باشرع حضرات بھی اس فرق کو بہت معمولی تصور کریں گے کیونکہ انہیں حالت کی سنگینی کا علم نہیں ہے۔ لیکن مخفی نہ رہے کہ اسلام دشمن محققین و مستشرقین حقوق انسانی Human Rights کے نام پر اس طرح کے غیر محتاط رویہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی قوانین شرعیہ پر لعن طعن کی ہے۔ "قوانین دساتیر عالم" کے پس منظر میں انگریزی ادب میں اسلامی اصول قانون IslamicJurisprudence کے تعلق سے لکھی جانے والی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ ان مستشرقوں کا یہی تو کہنا ہے کہ مجرم کے لئے اسلامی قوانین میں سوائے پھانسی اور تلوار کے رحم کا جذبہ پایا ہی نہیں جاتا۔ حق یہ ہے کہ صدر الشریعہ کے اس فقہی بصیرت پر آپ کی بارگاہ میں اہل علم کی جبین عقیدت جھک جانی چاہیے۔

بہشتی زیور کے محشی کا ایک مغالطہ۔ راقم نے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عرض کیا ہے کہ تھانوی صاحب نے "اصطلاحات ضروریہ" کے تحت حرام کی تعریف غلط لکھی تھی اس پہ حاجی غلام حسن صاحب برکاتی سورتی نے تھانوی صاحب کا تعاقب کیا۔ اس رسالہ کی سنہ تصنیف بار اول ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء ہے۔ لیکن بعد کے ایک محشی نے بہشتی زیور کے حاشیہ میں لکھا ہے

"یہ مضمون اہل مطابع میں سے کسی نے بڑھایا ہے۔ حضرت مولف علام کا نہیں ہے۔" [۱]

راقم کے نزدیک یہ غلط حاشیہ نشینی ہے۔ کیونکہ تھانوی صاحب کی سال وفات ۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء [۲] ہے۔ اور بہشتی گوہر کے دیباچہ میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں

۱۔ ایضاً ص ۶۸۰۔ حصہ ۱۱ ۲۔ امداد الفتاوی۔ ص۔ ۱۱۔ جلد اول

کتبہ اشرف علی عفی عنہ آخر ربیع الاول ۱۳۱۴ ھ" [1]

جب کہ حاجی غلام حسن صاحب کا ۴۴ صفحہ پر مشتمل رسالہ "دیو بندیت کا پاکیزہ فوٹوگراف" اگست ۱۹۲۷ء میں شائع ہو کر تھانوی صاحب تک پہنچ چکا تھا۔ تھانوی صاحب کی وفات ۱۹۴۳ء میں ہوئی۔ لہذا بعد کے کسی اہل مطابع نے یہ مضمون نہیں بڑھایا۔ ورنہ اس کا ذکر خود تھانوی صاحب بہشتی زیور میں کر دیتے۔

حکیم الامت کا فکری انتشار

سنت و بدعت اور "فاتحہ" و "ایصال و ثواب" کے حوالے سے تھانوی صاحب کا موقف قطعاً واضح نہیں ہے۔ تھانوی صاحب کا فکری انتشار دیکھنا ہو تو جناب کی کچھ تصنیفات و تالیفات اور ملفوظات کا مطالعہ کریں، اندازہ ہو جائے گا۔ خود بہشتی زیور جلد اول میں ہی تھانوی صاحب نے "سہرا باندھنا" شرک و کفر بھی لکھا ہے اور بدعت کے باب میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ [2]

ہاں اگر بات بدعت کی چلی ہے تو تھانوی صاحب کا ایک ملفوظ بھی ملاحظہ کریں۔ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"عید کا مصافحہ میں ابتدأً تو نہیں کرتا۔ لیکن دوسروں کی درخواست پر کر بھی لیتا ہوں۔ مگر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ "بدعت" ہے۔ میں مغلوب ہو جاتا ہوں۔" [3]

یعنی "مغلوب ہو کر" "بدعت" کا ارتکاب حکیم الامت صاحب کے لئے جائز ہے۔ ایسے ہی فیوض الخلائق کے مرتب کے نزدیک تھانوی صاحب کا کہنا ہے کہ "ضرورت شیخ آیت سے ثابت ہو سکتی ہے" [4] لیکن ضرورت بیعت کو لازم سمجھنا "بدعت" ہے اس کو اڑانا چاہیے [5] مگر باوجود اس کے تھانوی صاحب کے نزدیک "شیخ فیوض ربانی کی میزاب بھی ہے۔" [6]

کمالات اشرفیہ کے مطابق "تھانوی صاحب نے چند سورتوں کی رعایت کے ساتھ قبلہ کی طرف منہ کر کے قبر پر فاتحہ بھی پڑھی ہے" [7] تھانوی صاحب کے نزدیک "ہاتھ چومنا" "سنت" سے ثابت نہیں لیکن "شوق پہ بنی" ہے۔ اس لئے جائز ہے۔ [8] اسی طرح "بعد دفن میت قبر درست ہو جانے کے تھانوی صاحب کا کچھ قبر پہ پڑھنا بھی ثابت ہے [9] تھانوی صاحب نے قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے کی تین مصلحتیں بھی بیان کی ہیں [10]

۱۔ بہشتی زیور۔ ص۔۔۔ حصہ۔۔۔ ۲۔ ایضاً۔ ص۔۔۔ حصہ۔۔۔ ۳۔ کلمۃ الحق۔ عبدالحق۔ ص۔ ۸۳

۴۔ فیوض الخلائق مرتبہ عبدالخالق۔ بار دوم۔ سنہ ندارد۔ ناشر۔ مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ مظفر نگر۔ ص۔ ۱۲۔ حکایت۔ ۱۵

۵۔ ایضاً۔ ص۔ ۱۷۔ ح۔ ۲۵۔ ۶۔ ایضاً۔ ص۔ ۱۴۔ ح۔ ۱۹۔

۷۔ کمالات اشرفیہ۔ مرتبہ۔ محمد عیسیٰ۔ مولوی۔ سنہ ندارد۔ ناشر۔ مکتبہ نعمانیہ۔ دیوبند۔ ص۔ ۸۔ ح۔ ۱۲۔ قسط۔ ۱۔ جلد۔ ۱۔

۸۔ ایضاً۔ ص۔ ۱۲۳۔ ح۔ ۲۶۹۔ ق۔ دوم۔ ج۔ ۱۔ ۹۔ ایضاً۔ ص۔ ۲۹۔ ح۔ ۹۱۔ ق۔ سوم۔ ج۔ دوم۔

۱۰۔ ایضاً۔ ص۔ ۹۸۔ ح۔ ۱۳۴۔ ق۔ سوم۔ ج۔ دوم۔

امتیاز بہار شریعت

تھانوی صاحب کے بر عکس صدر الشریعہ نے بیان مسائل میں واضح موقف اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر "مصافحہ و معانقہ و دست بوسی و قیام" کے متعلق ۲۲ احادیث سے سنت ثابت کی ہے۔ ۲ احادیث کی مناسب توضیح و تشریح کر کے غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے"

ایصال ثواب:۔ اس کے متعلق صدر الشریعہ مسئلہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ایصال کی ثواب یعنی قرآن مجید یا درود شریف یا کلمہ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسروں کو پہنچانا جائز ہے۔ عبادت مالیہ یا بدنیہ فرض و نفل سب کا ثواب دوسروں کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ زندوں کے ایصال ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کتب فقہ و عقائد میں اس کی تشریح مذکور ہے ہدایہ اور شرح عقائد نسفی میں اس کا بیان موجود ہے۔ اس کو بدعت کہنا ہٹ دھرمی ہے۔ حدیث سے بھی اس کا جائز ہونا ثابت ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالی عنہ کی والدہ کا جب انتقال ہوا، انہوں نے حضور اقدس اللہ علیہ سلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا پانی۔ انہوں نے کواں کھودا اور یہ کہا کہ، سعد کی ماں کے لئے ہے۔ معلوم ہوا کہ زندوں کے اعمال سے دوسروں کو ثواب ملتا ہے اور فائدہ پہنچتا ہے" لہ

ملاحظہ کریں صاحب بہار شریعت نے اہل سنت کا موقف دلائل شریعہ و اقوال اکابر سے مزین فرما کے نہایت واضح الفاظ میں سپرد قلم فرمادیا ہے۔ اہل سنت کے یہاں فاتحہ کا یہی تصور ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اپنی نفسانی خواہش کے بنا پر کسی اور معنی میں اہل سنت کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے، تو وہ عند اللہ بارگاہ الٰہی میں اس کے جواب کا ذمہ دار ہوگا۔

اعتراف:۔ بہشتی زیور میں مذکور حکیم الامت صاحب کے مجرب شدہ بہت سارے حکیمانہ نسخوں سے بہار شریعت کا دامن خالی ہے۔ بہار شریعت کی ورق گردانی کرنے کے دوران ہمیں ایسا کوئی نسخہ نہیں ملا۔ جسے ہم بہشتی زیور کے کسی بھی نسخہ کے مقابلے میں اپنے قارئین کے سامنے پیش کر سکیں۔ ایسا لگتا ہے کہ صدر الشریعہ کا قلم، ان۔ حکمت بھری باتوں کا احاطہ فقہ کی اس کتاب میں نہیں کر سکا۔

ا۔ بہار شریعت۔ ص۔۔۔ جز۔